اتباع سنت اور اس کے تقاضے

یہ ناممکن ہے کہ پوری امت محمدیہ حضرت محمد ﷺ کے سوا کسی بھی شخص واحد کی پیشوائی و پیروی پر مجتمع ہو جائے لیکن اس قدوہ کامل سید الاولین والآخرین فداہ آباءنا وامہاتنا علیہ الصلوات والتسلیمات کی پیشوائی پر اہل ایمان کا مجتمع ہونا بہت مشکل نہیں ہے جس پر صدیوں تک اہل ایمان اجتہاد وفہم میں اختلاف کے باوجود مسلکی گروہوں میں منقسم ہوئے بغیر مجتمع رہ چکے ہیں بھلا اس رہبر کامل کے سوا کون ہے جو اہل ایمان کے سب فرقوں کے لئے بلانزاع مرکز اتصال بن سکتا ہو۔

دسمبر ۲۰۱۲ء - جنوری ۲۰۱۳ء محرم - صفر ۱۴۳۴ھ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعة

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

دسمبر ۲۰۱۲ء - جنوری ۲۰۱۳ء / محرم - صفر ۱۴۳۴ھ

بدل اشتراک.....فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

• ڈیزائن کمپوزنگ: رضی الرحمن محمدی

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

Office Subai Jamiat Ahlehadees Mumbai

14-15,Chunawala Compound, Opp.BEST Bus Depot,L.B.S. Marg,Kurla(w)Mumbai-70

email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com 022-26520066 فیکس: 022-26520077 فون:

Printed By: Rose Art .8080429084

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

اہل بدعت کی مجالس سے اجتناب ضروری ہے

● اشفاق احمد سنابلی

﴿وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُواْ دِينَهُمْ لَعِباً وَلَهْواً وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهِ أَن تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللّهِ وَلِيٌّ وَلاَ شَفِيعٌ وَإِن تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لاَّ يُؤْخَذْ مِنْهَا أُوْلَـئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُواْ بِمَا كَسَبُواْ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُواْ يَكْفُرُونَ﴾(سورۃ الانعام:۷۰)

ترجمہ: اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہیں جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعے نصیحت بھی کرتے رہیں تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب (اس طرح) نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ اس کا نہ مددگار ہو اور سفارشی۔ اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جائے۔ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے، ان کے لئے نہایت تیز گرم پانی پینے کے لئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب۔

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور آپ کی امت کو حکم دیا ہے کہ اہل ہویٰ اور دین کا مذاق اڑانے والوں کی مجالس سے مکمل طور پر علاحدگی اختیار کریں، ان کے ساتھ مجالست اختیار کر کے اللہ کے غیض وغضب کو دعوت نہ دیں، بلاشبہ ایسی مجالس جہاں قرآن وسنت کی تعلیمات کا مذاق اڑایا جا رہا ہوں ان سے لاپرواہی برتی جا رہی ہو، اس میں شرکت یا کسی بھی طرح کی حوصلہ افزائی، دینی اور ایمانی غیرت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّهِ يُكَفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلاَ تَقْعُدُواْ مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُواْ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذاً مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعاً﴾(سورۃ النساء:۱۴۰)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرنے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔ اہل باطل اور دین کا استہزا کرنے والوں کی مجالس سے علاحدگی کے ساتھ انہیں نصیحت کرنا اور انہیں ان کے برے کاموں سے رکنا بے حد

ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کی دین کا مذاق اڑانے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے انہیں دنیا کی رنگینوں نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر سعادت وبھلائی دنیاوی زندگی ہی میں ہے۔ یقیناً یہ لوگ دردناک عذاب کی طرف ڈھکیلے جارہے ہیں۔ آپ انہیں قرآن مجید کے ذریعے خوف دلاتے رہیں کہ دین اسلام کا مذاق اڑانے اور دوسرے برے اعمال کی وجہ سے جہنم رسید نہ کردیئے جائیں۔ اور آخرت میں ان کا کوئی حامی ومددگار نہ ہو۔ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ وہ مجالس جہاں کتاب وسنت کا مذاق اڑایا جارہا ہو یا شعائر اسلامیہ کی بے حرمتی کی جارہی ہو ایسی مجلسوں اور اجتماعات میں شریک ہونا سخت گناہ ہے البتہ ان کے درمیان فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر انجام دیتے رہنا چاہئے۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن میں عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے اس لئے ہر وہ مقام اور جگہ جہاں شرعی دلائل کا مذاق اڑایا جارہا ہو اس سے اجتناب ضروری ہے مثال کے طور پر جہاں لوگ قرآن وسنت کے بجائے آراء رجال بیان کرتے اور قبول کرتے ہیں اور جب کسی کو قرآن وسنت کی باتوں پر عمل پیرا دیکھتے ہیں تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں تو ایسے لوگوں کی مجلسوں سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ [فتح القدیر جلد ۲، تفسیر سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۴۰]

موجودہ دور میں مسلمان عام طور پر ایسی کئی مجالس میں شریک ہوجاتے ہیں جہاں خواہشات نفس کی پیروی کی جاتی ہے۔ کتاب وسنت کی تعلیمات کا استہزاء کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ شادی بیاہ کی مجلسیں ہوں یا اور کوئی خاندانی مجلس ہو یا وہ مجلسیں جہاں اہل بدعت اپنی من مانی اور غلط تاویلات کے ذریعہ کتاب وسنت کی تعلیمات کو توڑ مروڑ رہے ہوں ایسی تمام جگہوں سے احتراز ایمانی غیرت کا تقاضا ہے لیکن ان کے درمیان نصیحت ضروری ہے۔ اگر بوجہ مجبوری کوئی مسلمان ایسی مجلس میں چلا گیا تو یاد آنے پر فوراً اسے دور ہوجانا چاہئے لیکن یاد آنے کے باوجود بھی اگر بیٹھا رہے اور خلاف شرع امور کو دیکھتے رہے تو یقیناً ایسا شخص غضب الٰہی کا مستحق ہوگا۔ اسی چیز کا تذکرہ اللہ عزوجل نے دوسرے مقام پر بھی کیا ہے: ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (سورۃ الانعام:۶۸) ترجمہ: اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کررہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہوجائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ان ظالموں کے ساتھ مت بیٹھیں۔

موجودہ ماحول میں ایسے بھی لوگ ہیں جو اسلامی تعلیمات کو دقیانوسی سے تعبیر کرتے ہیں اور کتاب وسنت کی تعلیمات کو جدید خیالات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس ذہنیت کے لوگ ہر دور میں پائے جاتے رہے ہیں۔ یہ بھی دین اسلام کا مذاق اور اس کی ناقدری کی دلیل ہے۔ ایسے لوگوں سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایمانی غیرت نصیب فرمائے۔ آمین

حلقۂ حدیث

بدشگونی کمال توحید کے منافی عمل

• عبدالجبار انعام اللہ سلفی

"عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال لاعدویٰ ولاطيرة ولا هامة ولاصفر"

[صحیح بخاری حدیث:۵۷۵۷ ،کتاب الطب باب لا هامة وصحیح مسلم، حدیث: ۲۲۲۰ ،کتاب السلام، باب لا عدوی ولاطیرة]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بیماری متعدی نہیں ہے، نہ فال بدکوئی چیز ہے نہ الوکا بولنا کوئی اثر رکھتا ہے اور نہ ہی صفر کچھ ہے۔

راوی حدیث: راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ کی مختصر سوانح جون، جولائی ۲۰۱۲ء کے شمارہ میں گذر چکی ہے، صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ حدیثیں حضرت ابوہریرہؓ سے ہی مروی ہیں، ان کے کثیر الروایۃ ہونے کے کئی اسباب رہے ہیں۔

۱- یہ ہمیشہ آنحضور ﷺ کی مجلس میں حاضر رہتے تھے اور شاذ ونادر ہی غیر حاضر ہوتے تھے۔

۲- حضرت ابوہریرہؓ تحصیل علم کے بڑے دلدادہ تھے اور حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ انہیں نسیان کی بیماری لاحق نہ ہو یہی وجہ ہے کہ وہ صرف تین سال صحبت نبوی میں رہنے کے باوجود کثرت روایت میں سب صحابہ پر فوقیت لے گئے۔

۳- کثرت روایت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ ابوہریرہ نے کبار صحابہ سے استفادہ کیا تھا، اس لئے ان کا علم کامل اور وسعت پذیر ہو گیا۔

۴- ابوہریرہؓ نے حضور کے بعد طویل عمر پائی آپ نبی کے بعد سینتالیس سال بقید حیات رہ کر حدیث نبوی کی نشر واشاعت کرتے رہے۔ آپ مناصب ومشاغل اور فتنوں سے دور رہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ تمام صحابہ میں عظیم تر اور حافظ حدیث تھے اور حدیث کے اخذ وتحمل اور روایت دونوں میں سب صحابہ پر فائق تھے۔ [ملخص از تاریخ حدیث ومحدثین اردو ص۲۱۲-۲۱۷]

تشریح: عدوی اعداء سے اسم ہے، جیسے ارعاء اور ابقاء سے رعویٰ اور بقویٰ ہے۔ کہا جاتا ہے: **"اعداه الداء يعدیه اعداء وهو ان يصيبه مثل ما بصاحب الداء"** یعنی ایک شخص کا دوسرے کی وجہ سے بیماری میں مبتلا ہونا۔ [النهاية فی غريب الحديث لابن الاثير:۳/۱۹۲]

اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ ایک شخص کی بیماری دوسرے کے اندر منتقل ہو سکتی ہے اور ایک جانور کی بیماری دوسرے کے اندر سرایت کر سکتی ہے اسی لئے وہ بذات خود بیمار آدمی کے پاس جانے سے بچتے تھے اور اپنے جانوروں کو بھی بیمار زدہ جانوروں کے پاس لے جانے سے پرہیز کرتے تھے۔ مذکورہ بالا حدیث کے اندر ان کے اسی نظریہ کی تردید کی گئی ہے کہ کوئی بھی بیماری فی نفسہ متعدی نہیں ہے بلکہ اللہ بیماری عطا کرنے والا اور نازل کرنے والا ہے۔ نیز یہ بتلایا گیا ہے کہ ایک مسلمان کا عقیدہ وایمان یہ ہونا چاہئے کہ تمام امراض تقدیر الٰہی سے ہی پہنچتے ہیں، ایک شخص کی بیماری دوسرے کو تب ہی لگے گی جب اللہ کی مشیئت ہوگی۔

طیرۃ: طاء کے کسرہ اور یاء کے فتحہ کے ساتھ ہے یاء کو ساکن بھی پڑھا گیا ہے، بمعنی بدفالی اور برا شگون لینا اور **طیرۃ تطیر** کا مصدر ہے کہا جاتا ہے **تطیر طیرۃ**۔ [النہایۃ فی غریب الحدیث:۳/۱۵۱]

عربوں میں ایک عادت بد یہ تھی کہ وہ جب سفر پر جاتے یا کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے تو پرندہ اڑاتے اگر وہ بائیں

جانب اڑتا تو کہتے کہ ہمارا یہ سفر یا کام صحیح نہ ہوگا، اس لئے اس سفر یا کام سے باز آجاتے۔ مذکورہ بالا حدیث کے اندر اہل عرب کے اس نظریہ کی تردید کی گئی ہے کیونکہ اس کا تعلق توہمات اور مشرکانہ عقائد سے ہے۔ البتہ نیک فال جائز ہے کیونکہ اس میں اللہ سے اچھی امید وابستہ کی جاتی ہے جو کہ مستحسن ہے۔

ھامة: فراء کے قول کے مطابق ھامہ الو کو کہتے ہیں، ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ اہل جاہلیت کا دستور تھا کہ اگر الو کسی کے مکان پر بیٹھ جاتا تو اس کو نحوست سے تعبیر کرتے تھے وہ کہتے تھے "نعت الی نفسی او احدا من اھل داری" اب یا تو میری موت کا وقت آگیا ہے یا میرے گھر والوں میں سے کوئی مرنے والا ہے۔ [فتح المجید شرح کتاب التوحید ۲۶۸-۲۶۹]

کچھ لوگوں نے کہا کہ ھامہ ایک بیماری ہے جو مریض کو لاحق ہوتی ہے اور دوسرے تک منتقل ہوجاتی ہے اس تفسیر کی بنیاد پر اس کا عطف عدویٰ پر ہوگا۔

اور بعض نے اس کا مطلب تناسخ ارواح کا عقیدہ بیان کیا ہے جس میں جاہلیت کے عرب مبتلا تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ مرنے والے کی روح یا اس کی ہڈیاں پرندہ بن جاتی ہیں۔ جس طرح ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ مرنے والے کی روح کسی جانور میں منتقل ہوجاتی ہے۔

ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ ھامہ ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو دماغ میں رہتے ہیں۔ اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ وہ مقتول کی روح سے پیدا ہوتے ہیں اور جب تک قاتل سے قصاص نہیں لے لیا جاتا ہے وہ اڑتے اور چیختے رہتے ہیں۔ [القول المفید علی کتاب التوحید: ۲/۸۱، ۲۸]

یہ سب جاہلیت کے عقیدے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے نہ تو الو نحوست کی چیز ہے اور نہ یہ کسی کی موت وزندگی کے مالک ہیں اور نہ تناسخ ارواح کوئی معنی رکھتا ہے بلکہ یہ سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

صفر: اس کے متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں:

۱- انسان اور چوپائے کے پیٹ میں ایک سانپ نما کیڑا پیدا ہوجاتا ہے اسے صفر کہتے ہیں، عربوں کے یہاں اسے خارش سے بھی زیادہ متعدی بیماری سمجھا جاتا تھا۔

۲- صفر سے مراد ماہ صفر ہے کیونکہ مشرکین ماہ محرم کو حلال کرنے کے لئے اس کے بدلے میں ماہ صفر کو حرمت والا مہینہ بنالیا کرتے تھے، جس کی تردید کی گئی ہے۔

۳- اہل جاہلیت یعنی مشرکین ماہِ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں، لہٰذا اس حدیث میں ان کے اس عقیدہ اور قول کی تردید کی گئی ہے۔

حافظ ابن رجبؒ فرماتے ہیں کہ ماہِ صفر کو منحوس سمجھنے کا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ ماہ صفر کو منحوس سمجھنا تطیر کی اقسام میں سے ہے جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ [فتح المجید شرح کتاب التوحید ص ۲۶۹]

موجودہ زمانے میں بھی ہندو پاک کے اندر ان تمام چیزوں کو باعث نحوست سمجھا جاتا ہے، خصوصاً ماہِ صفر میں لوگ شادی بیاہ کرنے کو نحوست کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اس میں بہت ساری بدعات انجام دی جاتی ہیں مثلاً ماہ صفر کے آخری بدھ کو جلوس نکالنا، شہروں اور بستیوں کے باہر بڑی بڑی محفلیں منعقد کرنا، خاص قسم کے کھانے اور حلوے تقسیم کرنا، بیماریوں سے شفاء کی نیت سے صبح صبح گھاس پر چلنا، مریضوں کو صحت یابی کے لئے تعویذ یا چھلا وغیرہ پہنانا وغیرہ حالانکہ یہ سب خالص کافر اور مشرک قوموں کا شعار اور کمال توحید کے منافی شئی ہے جو مسلمانوں میں درآیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرح کی بدعات اور غیر شرعی امور سے بچائے۔ اور کتاب وسنت کا شیدائی بنائے۔ آمین

☆☆☆

اداریہ

ایسا بھی کوئی ہے؟

● سعید احمد بستوی

کوئی نبی، کوئی امام اور کوئی بزرگ کسی مذہب میں بلکہ کوئی نامور انسان کسی قوم میں ایسا نہیں ہوا جس پر معاندین نے اپنے تیر ونشتر نہ چلائے ہوں اور ان پر اعتراض نہ کئے ہوں اور ان کی خوبیوں۔ اچھائیوں نیک باتوں اور کاموں کو عداوت کی نگاہ سے دیکھ کر برا نہ جانا ہو اور ان کے چاہنے والوں رفقاء واصحاب کے قلوب میں شک وشبہ پیدا کرنے کے لئے ان کی بعض غلطیوں تسامحات ولغزشوں کو انتہائی آب وتاب سے ذکر کر کے اسے ان کی بدنیتی سے منسوب نہ کیا ہو، یہودیوں کو دیکھو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیسے طعنے کرتے ہیں ان کی ولادت کی نسبت اپنی ناپاک زبانوں سے کیا کچھ کہتے ہیں ان کے معجزات کو کس طرح سحر وافسوں قرار دیتے ہیں اور ان کے حواریوں کو کیسا مکار، جاہل، دغا باز جانتے ہیں۔

عیسائیوں کو دیکھو کہ وہ نبی کائنات محمد ﷺ پر عیاری اور طمع دنیا کی کیسی تہمتیں لگاتے ہیں اور آپ ﷺ جیسے متمم مکارم اخلاق کی نسبت کیسی زبان درازی کرتے ہیں یہاں تک کہ عیاذاً باللہ ایسے ہادی اور جہان کے رہنما کو گمراہ کنندۂ عالم سمجھتے ہیں بعض متعصب ہنود ومستشرقین مغرب، آزادئ اظہار رائے کے نام پر اپنی تحریر وتقریر میں آپ کی ذات والا صفات پر کیسے کیچڑ اچھالنے اور زہر افشانی وہرزہ سرائی کرنے سے قطعی نہیں چوکتے خوارج ونواصب کو دیکھو کہ وہ اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کیسا براجانتے ہیں۔ خلیفۂ رابع حضرت علیؓ اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرات حسنین (حسن وحسین) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو کہ اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ جگر کے ٹکڑے تھے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے محبوب کے پیارے انہیں کو معاذ اللہ کافر کہتے ہیں۔ اور ان سے عداوت رکھنے اور ان پر تبرا کرنے کو ذریعۂ نجات خیال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان اشقیاء میں سے بعض نے ابن ملجم ملعون کی شان میں قصیدے لکھے اور حضرت علیؓ کے شہید کرنے کو افضل ترین عبادت جانا جیسا کہ عمران بن حطان جو خوارج کا سردار اور ان کا بڑا شاعر ابن ملجم کی نسبت کہتا ہے۔

یا ضربة تقی ما ارادبها
لیبلغ من ذی العرش رضوانا
انی لاذکره حینا فاحسبه
وفی البریة عندالله میزانا

یعنی کیا اچھی ضرب ہے ایک مرد متقی (ابن ملجم) کی جس سے کوئی غرض اس کی سوائے اس کے نہ تھی کہ صاحب عرش بریں کی خوشنودی حاصل کرے جب میں اسے یاد کرتا ہوں تو ساری خلق سے اس کے ثواب کا پلہ اللہ کے نزدیک بھاری پاتا ہوں۔

یہی حال شیعہ حضرات کا ہے تعصب اور تنقیدی خیالات سے انصاف اور غور وفکر کا مادہ گویا ان سے سلب ہوگیا ہے اور زبانی

محبت اہل بیت کے غلو سے ان کے قدم جادۂ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں وہ کوئی خوبی اور کوئی صفت صحابہؓ کی نہیں دیکھتے ان کی اچھی بات بھی ان کو بری معلوم ہوتی ہے اور ان کے ہنر بھی انہیں عیب نظر آتے ہیں بفرض محال اگر کوئی شخص اس پر تعجب کرے کہ باوجود آیات کریمہ واحادیث صحیحہ واقوال ائمہ کیونکر ایک فرقہ بزعم خویش اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے صحابہ کے فضائل کا منکر ہو۔ اس حیرت زدہ شخص کو چاہئے کہ وہ یہود ونصاریٰ، نواصب وخوارج کے احوال پر نگاہ ڈالے کیا وجہ ہے کہ یہودی آنحضرت ﷺ کی مدح وستائش توریت میں دیکھتے تھے اور آپ کی آمد کے منتظر تھے اور آپ کو ایسا پہچانتے تھے جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو مگر جب آپ ﷺ نے دعویٰ نبوت کیا تو دشمن بن گئے اور آپ کی صفات کو چھپانے اور آپ کی نسبت غلط الزام واتہام لگانے میں عداوت کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ اور کیا سبب ہے کہ عیسائی انجیل میں نبی کریم ﷺ کی بشارت مکمل طور سے پاتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک سے سن چکے تھے اور رات ودن اپنی کتاب میں اسے پڑھتے تھے مگر جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو ان بشارتوں کو چھپانے اور انجیل میں جہاں آپ کا نام اور خبر تھی غلط تاویلیں کرنے لگے اور اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول سے بھی پھر گئے اور کیا وجہ ہے اس کا خوارج اس بات کے جاننے کے باوجود کہ اہل بیت کرام پیغمبر ﷺ کی جان وجگر قرآن وحدیث ان کی فضیلتوں سے بھری پڑی ہیں ان کے دشمن ہو گئے اور جو جہاں میں بہترین خلائق تھے نعوذ باللہ سب سے برا جاننے لگے یہاں تک کہ ان پر کفر وفسق خیانت وغصب کے الزام لگانے سے باز نہ رہے۔

قارئین کرام! جو سبب ان گمراہ فرقوں کی گمراہی کا ہے وہی سبب شیعہ حضرات کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے عداوت رکھنے اور ان پر بے جا عیوب وتہمتیں لگانے کا ہے وہ باتیں جو حقوق اہل بیت کے غصب کے تعلق سے شیعہ حضرات یا بعض سنی واعظ قصہ گو بیان کرتے ہیں اگر صحیح سمجھی جائیں تو اس سے جملہ مہاجرین وانصار وکل اصحاب نبوی کا اسلام اور ایمان اور اخلاق بلکہ انسانی صفات سے بے بہرہ ہونا لازم آتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ نے صحابۂ کرام کے فضائل ومناقب خصوصیات واوصاف وکمالات کو بیان فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی امت کو یہ تعلیم دینا چاہتے تھے کہ انہیں عام افراد امت پر قیاس کرنے کی غلطی نہ کی جائے صحابہ کرام کا تعلق براہ راست نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے ہے اس لئے ان سے محبت عین محبت رسول ہے اور ان سے بغض بغض رسول کا شعبہ ہے ان کی شان میں ادنیٰ لب کشائی ناقابل معافی جرم ہے۔

آپ نے فرمایا: **"لاتسبوا اصحابی، فلوان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ"** (متفق علیہ) میرے صحابہ کو برا نہ کہو (کیونکہ تمہارا وزن ان کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا پہاڑ کے مقابلے میں تنکے کا ہوسکتا ہے۔ چنانچہ تم میں سے ایک شخص احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو ان کے ایک سیر جو کو نہیں پہنچ سکتا ہے اور نہ اس کے عشر عشیر کو۔

امت کو اس بات سے آگاہ کیا گیا کہ تم میں سے اعلیٰ سے اعلیٰ فرد کی بڑی سے بڑی نیکی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کی چھوٹی نیکی کا مقابلہ نہیں کرسکتی اس لئے ان پر زبان طعن دراز کرنے کا حق امت کے کسی فرد کو حاصل نہیں، مقام صحابہ کی فضیلت اس سے

بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ امت کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ ان کی عیب جوئی کرنے والوں کو نہ صرف ملعون و مردود سمجھیں بلکہ برملا اس کا اظہار کریں "**اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ**" (ترمذی) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں اور انہیں ہدف تنقید بناتے ہیں اس پر اللہ کی لعنت (ظاہر ہے کہ صحابہ کو برا کہنے والا ہی بدتر ہوگا)۔ **من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین**

حدیث میں سَبَّ سے بازاری گالی دینا مراد نہیں بلکہ ہر ایسا تنقیدی کلمہ مراد ہے جو صحابہ کے استخفاف میں کہا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ پر تنقید نکتہ چینی جائز نہیں بلکہ ایسے شخص کے مردود و ملعون ہونے کی دلیل ہے، سَبّ صحابہ میں سلب ایمان کا اندیشہ ہے اتنی بات تو جگ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیسے ہی ہوں مگر ہما شما سے تو اچھے ہی ہوں گے کوئی ہوا پر اڑے آسمان پر کمندیں ڈالدے سو بار مر کر جنم لے مگر شرف صحابیت سے ہمکنار نہیں ہو سکتا ایک سوال؟ آخر تم وہ آنکھ کہاں سے لاؤ گے جس نے بذات خود جمال جہاں آراء محمد ﷺ کا مشاہدہ و دیدار کیا؟ وہ کان کہاں سے لاؤ گے جو کلمات نبوت سے مشرف ہوئے؟ ہاں! تم وہ دل کہاں سے لاؤ گے جو انفاس محمدی سے دھڑ کتے تھے؟ وہ دماغ کہاں سے لاؤ گے جو آپ کی انوار و تجلیات سے مجلی ہو گئے؟ تم وہ ہاتھ کہاں سے لاؤ گے جو ایک بار رسول اکرم ﷺ کے جسم مبارک سے مس ہوئے اور تا حیات ان کی بوئے عنبریں نہیں گئی؟ تم وہ پاؤں کہاں سے لاؤ گے جو معیت محمدی میں آبلہ پا ہوئے؟ تم وہ زمان کہاں سے لاؤ گے جب آسمان زمین پر رشک کرتا تھا؟ تم وہ مکان کہاں سے لاؤ گے جہاں رسول کائنات کی قیادت و سیادت جلوہ آرا تھی؟ تم وہ بزم کہاں سے لاؤ گے جہاں دین و دنیا کی خوش بختی کی شراب طہور کے جام بھر بھر کے دیئے جاتے اور تشنہ کامان محبت ہل من مزید کا نعرہ مستانہ لگا رہے تھے؟ تم وہ منظر کہاں سے لاؤ گے جو دیکھنے والے کی آنکھوں میں حسین وجد و کیف پیدا کرتا تھا تم وہ مجلس کہاں سے لاؤ گے جس کی طرف حذا الابیض المتکی سے اشارے کیے جاتے تھے؟ تم وہ شمیم عنبریں کہاں سے لاؤ گے جس کے ایک جھونکے سے مدینہ کے گلی کوچے معطر ہو جاتے تھے۔ تم وہ محبت کہاں سے لاؤ گے جو دیدار محبوب میں خواب نیم شبی کو حرام کر دیتی تھی؟ تم وہ ایمان کہاں سے لاؤ گے جو ساری دنیا کو چھوڑ کر حاصل کیا جاتا تھا؟ تم وہ اعمال کہاں سے لاؤ گے جو پیمانہ نبوت سے ناپ ناپ کر ادا کئے جاتے تھے؟ تم وہ اخلاق کہاں سے لاؤ گے جو آئینہ محمدی سامنے رکھ کر سنوارے جاتے تھے تم وہ رنگ کہاں سے لاؤ گے جو صبغۃ اللہ کی بھٹی میں دیا جاتا تھا؟ تم وہ ادائیں کہاں سے لاؤ گے جو دیکھنے والوں کو نیم بسمل بنا دیتی تھی؟ تم وہ نماز کہاں سے لاؤ گے جس کے امام نبیوں کے امام تھے؟ تم قدوسیوں کی وہ جماعت کیسے بن سکو گے جس کے سردار رسولوں کے سردار تھے (ﷺ)، تم میرے صحابہ کو لاکھ برا کہو؟ مگر اپنے ضمیر کا دامن جھنجھوڑ کر بتاؤ!!! اگر ان تمام سعادتوں کے بعد بھی (نعوذ باللہ) میرے صحابہؓ برے ہیں تو کیا تم ان سے بدتر نہیں ہو؟ اگر وہ ملامت کے مستحق ہیں تو کیا تم لعنت و غضب کے مستحق نہیں ہو؟ اگر تم میں انصاف و حیا کی کوئی رمق باقی ہے تو اپنے گریبان میں جھانکو اور میرے صحابہؓ کے بارے میں زبان بند کرو۔ صحابہ کرام کی مدافعت کرنا اور ناقدین کو جواب دینا ملت اسلامیہ کا فرض ہے۔

(ملخص شیعہ وسنی اختلافات]

ردِّ بدعات

مروجہ میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کتاب وسنت کی روشنی میں

● ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

پورے عالم کے مسلمانوں اور بالخصوص اسلامیان برصغیر کا ایک طبقہ اس بات کا عادی ہو چکا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے جشن منائے اور جلوس نکالے، اُکل وشرب کی دعوتیں کرے اور قوالیاں سنے جبکہ دوسرا طبقہ اس جشن کو شرعاً ناجائز قرار دیتا ہے۔

اس مختلف فیہ مسئلہ اور ایسے ہی دیگر اختلافی مسائل کے سلسلہ میں قرآن پاک نے ہمیں ایک بہترین اصول دیا ہے کہ تنازعات کو اول تو سرے سے ہوا ہی نہ دی جائے تا کہ امت کی اجتماعی قوت میں کمزوریاں پیدا نہ ہوں جیسا کہ سورۂ انفال آیت ۴۶ میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَأَطِيعُواْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلاَ تَنَازَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُواْ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور اگر کبھی کسی معاملہ میں اختلاف ہو ہی جائے تو اس کیس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عدالت میں لے جاؤ اور وہاں سے جو فیصلہ صادر ہو اسے قبول کر لو۔ جیسا کہ سورۂ نساء آیت ۵۹ میں فرمان الٰہی ہے: ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً﴾ ترجمہ: پھر تمہارے درمیان اگر کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔

اور جب اللہ اور اس کے رسول فیصلہ کر دیں تو اسے بلاچوں وچرا قبول کر لینا ہی ایمان کی سلامتی کا ضامن ہے جیسا کہ سورہ نساء آیت ۶۵ میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيماً﴾ ترجمہ: (اے پیغمبر!) تیرے پروردگار کی قسم وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کروائیں اور پھر تیرے فیصلے سے ان کے دلوں میں کچھ اداسی نہ ہو بلکہ (خوشی خوشی) مان کر منظور کر لیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے فیصلے کے خلاف دل میں ذرہ برابر بھی تنگی اور ناپسندیدگی کی جائے تو یہ ایمان کے منافی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس میرے لائے ہوئے طریقے (دین) کے تابع نہ ہو۔

اور سورۂ احزاب آیت ۳۶ میں فرمایا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو پھر کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی مرضی سے کوئی اور راہ اپنائے بلکہ اسے فیصلے کو قبول کرنا ہی ہوگا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد یا عورت کے لئے یہ نہیں ہوسکتا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی بات کا حکم کردیں تو پھر ان کو اس بات میں کوئی اختیار رہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فرمان نہ مانے (اور دوسروں کی رائے پر چلے) تو وہ کھلا گمراہ ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس عطا کردہ اصول (اپنے تنازعات کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو) کے پیش نظر جب اس جشن میلاد جیسے اختلافی مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے کتاب الٰہی کو کھولیں۔ اس کے تیس پاروں یا ایک سو چودہ سورتوں کو اول تا آخر پڑھ جائیں آپ کو کوئی ایک بھی آیت ایسی نہیں ملے گی جس سے مروجہ جشن منانا ثابت ہو۔ لہٰذا عدالت الٰہی کا فیصلہ میلاد منانے والوں کے حق میں نہ ہوا۔ اور جس کام کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا اسے سرانجام دے کر اجر و ثواب کی توقع رکھنا کارِ عبث ہے۔

اور جب ہم ارشاد الٰہی کے مطابق دوسرے ثالث یا عدالت مصطفیٰ ﷺ کا رخ کرتے ہیں تو آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت عطرہ کا مطالعہ یہ بات واضح کر دیتا ہے کہ آپ ﷺ نے نہ خود اپنی ولادت کے دن جشن منایا اور نہ ہی اس بات کا کسی کو حکم فرمایا ہے اور یہ بات بھی نہیں کہ آپ ﷺ نے شاید غربت و افلاس کی وجہ سے ایسا نہ کیا ہوگا۔ بلکہ اگر آپ ﷺ کی مکی زندگی کو محدود معنوں میں قدرے تنگدستی کی زندگی سمجھ لیا جائے تو ہجرت مدینہ کے بعد دس سال کے دوران آپ ﷺ دولت اسلامیہ کے بانی و حاکم ہوگئے عرب و عجم اور ممالک مشرق و مغرب کے تمام خزانے آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر ہوگئے مگر اس فارغ البالی کے باوجود بھی آپ ﷺ نے تادم آخر کسی سال بھی اس قسم کی عید اور جشن نہیں منایا تھا اور جب خود صاحب میلاد نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو اس کا حکم فرمایا تو ایسے کام کو سرانجام دینا کسی طرح کی نیکی و ثواب ہوسکتا ہے؟

اگر اس کام میں نیکی و ثواب ہوتا یا کوئی بھی دینی یا دنیوی فائدہ ہوتا تو آپ ﷺ اپنے صحابہ کو ضرور اس کا حکم دے دیتے کیونکہ آپ ﷺ کی شان میں تو خود اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ آیت ۱۲۸ میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ ترجمہ: دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے۔ تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے۔

ایسے شفیق و رحیم نبی ﷺ اپنے صحابہ کو کسی نیکی سے کیسے محروم رکھ سکتے تھے۔ آپ ﷺ کی زندگی مبارک سے قولاً اور فعلاً دو ہی عیدوں کا پتہ چلتا ہے جو عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں اور تیسرے نام کی کسی عید کا تصور تک نہیں ملتا۔ البتہ آپ ﷺ کے بعض ارشادات میں یوم جمعہ کو عید بلکہ دونوں معروف عیدوں سے بھی افضل قرار دیا ہے۔

بہرحال موقع ہونے اور کوئی امر مانع بھی نہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کا نہ خود جشن منانا، نہ اس کا حکم دینا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ کوئی کارِ خیر نہیں۔

نقوشِ اسلاف

اہل حدیث اور ان کا شرف و امتیاز

● حافظ صلاح الدین یوسف

برصغیر پاک و ہند میں تحریک عمل بالحدیث کا آغاز کب اور کس طرح ہوا؟ یہ تو خاصا لمبا موضوع ہے۔ تاہم اسے زیادہ فروغ تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں ملا، جس میں امیر الملک نواب صدیق حسن خان، شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہم کی مساعی حسنہ کا حصہ بہت زیادہ ہے۔ نواب صاحب نے عربی، اردو اور فارسی تینوں زبانوں میں تقریباً ہر موضوع پر کتابیں تحریر فرمائیں اور متعدد اہم کتابیں (فتح الباری وغیرہ) اپنے خرچ پر طبع کرا کے تقسیم بھی کیں، یوں وہ مجدد العلوم کے مصداق ٹھہرے۔ میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی نے نصف صدی سے زیادہ عرصے تک مسند حدیث بچھائے رکھی، جس سے عرب و عجم کے ہزاروں افراد نے کسب فیض کیا اور پھر انہوں نے اپنے اپنے علاقوں میں قرآن و حدیث کا چشمہ صافی جاری کیا۔ یوں حضرت ممدوح کی تدریس حدیث اور ان کے فیض یافتگان کی مساعی سے تقلید و جمود کے بندھن ٹوٹے اور رسم و رواج کی زنجیریں ڈھیلی ہوئیں۔ مولانا بٹالویؒ نے ''اشاعۃ السنۃ'' کے ذریعے سے اہل حدیث صحافت کا آغاز کیا۔ ان کے خار اشگاف قلم نے ایک طرف نیچریت اور مرزائیت پر خوب خوب ضربیں لگائیں تو دوسری طرف مقلدین جامدین سے بھرپور ٹکر لی۔ اس سے بھی سلفی تحریک کو بڑی تقویت ملی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے بہ یک وقت کئی محاذوں پر جو کھی جنگ لڑی۔ وعظ و تبلیغ، تصنیف و تالیف، ہفتہ واری صحافت اور مناظرہ و مباحثہ ہر ہر میدان میں خوب خوب کام کیا۔ یوں فرق ضالہ کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ ان سب حضرات کی مختلف النوع خدمات اور سرگرمیوں سے سلفی فکر کو فروغ ملا۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔

اور ان سے پہلے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریک جہاد نے بھی اس میدان میں خوب کام کیا جس سے بدعات کا زور ٹوٹا، بہت سی رسوم کا خاتمہ ہوا اور عمل بالحدیث کا جذبہ لوگوں میں عام ہوا اور جہاد کا وہ سبق بھی امت نے دوبارہ پڑھا جسے اسی طرح فراموش کر دیا گیا تھا جیسے فقہ کے مقابلے میں حدیث کو متروکات سخن میں شمار کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ وقت کے ایک عظیم محقق اور مشہور سیرت نگار علامہ سید سلیمان ندویؒ اس سلفی تحریک اور اس کے اثرات و نتائج کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانے سے آج تک ہمارے دور ادبار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی، وہ بھی ہمارے لئے بجائے خود مفید اور لائق شکر یہ ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا، توحید کی حقیقت نکھاری گئی، قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا، قرآن پاک سے براہِ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا، حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ

ساری دنیا سے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔ نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی (یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگوں سے غلطیاں بھی ہوئی ہوں) لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباع نبوی کا جو جذبہ کم ہوگیا تھا وہ سالہا سال تک کے لئے دوبارہ پیدا ہوگیا، مگر افسوس ہے کہ اب وہ بھی جارہا ہے، اس تحریک کی ہمہ گیر تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ ''جہاد'' جس کی آگ اسلام کے مجمر میں ٹھنڈی پڑگئی تھی وہ پھر بھڑک اٹھی، یہاں تک کہ ایک زمانہ گزرا کہ وہابی اور باغی مترادف لفظ سمجھے گئے اور کتنوں کے سر قلم ہوگئے، کتنوں کو سولیوں پر لٹکنا پڑا اور کتنے پابجولاں دریائے شور عبور کردیئے گئے یا تنگ کوٹھڑیوں میں انہیں بند ہونا پڑا۔

اس تحریک کی بنیاد تین چیزوں پر تھی۔

(۱) نصب امارت (۲) زکوٰۃ کی مرکزیت (۳) اسلام سے تمام بیرونی اثرات کو مٹا کر اس کو پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹانا۔

علمائے اہل حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمت بھی قدر کے قابل ہے۔ پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خان مرحوم کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانے تک علمائے حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج، سہسوان اور اعظم گڈھ کے بہت سے نامور اہل قلم اس ادارے میں کام کررہے تھے، شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے اور دہلی میں مولانا سید نذیر حسین صاحب کی مسند درس بچھی تھی اور جوق درجوق طالبین حدیث مشرق ومغرب سے ان کی درس گاہ کا رخ کررہے تھے۔ ان کی درس گاہ سے جو نامور اٹھے ان میں سے ایک مولانا ابراہیم صاحب آروی تھے جنہوں نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس درس گاہ کے دوسرے نامور مولانا شمس الحق صاحب مرحوم (صاحب عون المعبود) ہیں جنہوں نے کتب حدیث کی جمع واشاعت کو اپنی دولت اور زندگی کا مقصد قرار دیا اور اس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اس درس گاہ کے ایک اور نامور تربیت یافتہ ہمارے ضلع (اعظم گڈھ) میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مبارکپوری تھے جنہوں نے تدریس وتحدیث کے ساتھ ساتھ جامع ترمذی کی شرح ''تحفۃ الاحوذی'' (عربی) لکھی۔

اس تحریک کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ مدت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا اور یہ جو خیال پیدا ہوگیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہوچکا ہے، رفع ہوگیا او لوگ از سرنو تحقیق وکاوش کے عادی ہونے لگے، قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی اور قیل وقال کے مکدر گڑھوں کی بجائے حدیث کے اصلی چشمۂ مصفیٰ کی طرف واپسی ہوئی۔

[مقدمہ ''تراجم علمائے حدیث ہند'' مولفہ امام خان نوشہروی مرحوم ص ۳۱-۳۳]

مولانا مناظر احسن گیلانی، جو ایک متصلب حنفی عالم اور مصنف تھے، انہوں نے بانی دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی کی مفصل سوانح -سوانح قاسمی- بھی لکھی ہے، وہ بھی تحریک اہل حدیث کی بابت یہ لکھنے پر مجبور ہوگئے۔

اس کو تسلیم کرنا چاہئے کہ اپنے دین کے اساسی سرچشموں (قرآن وحدیث) کی طرف توجہ ہندوستان (متحدہ) کے حنفی مسلمانوں کی جو پلٹی اس میں اہل حدیث اور غیر مقلدیت کی اس تحریک کو بھی دخل ہے۔ عمومیت غیر مقلد تو نہیں ہوئی لیکن تقلید جامد اور کورانہ اعتماد کا طلسم ضرور ٹوٹا۔ [ماہنامہ برہان، دہلی اگست ۱۹۵۸ء]

ایک اور مضمون نگار مولانا سید رشید احمد ارشد استاذ عربی جامعہ کراچی ہیں انہوں نے ''ہندو پاکستان میں علم حدیث'' کے

عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے، اس میں وہ تحریر کرتے ہیں:

آخری زمانے میں حدیث کی تدریس واشاعت سے ہندوستان میں اہل حدیث کا ایک فرقہ پیدا ہوگیا تھا جو ائمہ کی تقلید کی مخالفت کرتا تھا، اس کی وجہ سے حنفی علماء میں بھی کتب حدیث کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا اور وہ فقہی مسائل کو احادیث کی روشنی میں ثابت کرنے پر متوجہ ہوئے۔ اس طرح اس فرقے کا وجود علم حدیث کی ترقی کا باعث بنا۔ [ماہنامہ البلاغ کراچی، ترجمان دارالعلوم کراچی۔ ذوالحجہ ۱۳۸۷، جلد اول، شمارہ ۱۲ ص ۲۵]

مذکورہ اقتباسات سے واضح ہے کہ:

☆ عمل بالحدیث کی تحریک سے متحدہ ہندوستان میں تقلید و جمود کے بندھن ڈھیلے ہوئے اور کورانہ اعتماد کا طلسم ٹوٹا۔ ☆ تحقیق واجتہاد کا دروازہ کھلا اور فقہی مسائل کی چھان بین کا شوق پیدا ہوا۔ ☆ بہت سی بدعات کا خاتمہ ہوا اور رسوم ورواج کے بت ٹوٹے۔ ☆ تحریک کی ہمہ گیریت اور غلغلے نے اپنوں اور بیگانوں سب کو متاثر کیا۔ ☆ حدیث کی خدمت اور اس کی نشر واشاعت کا ذوق عام ہوا۔ ☆ فقہی اقوال وآراء کو قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین اور محقق کرنے کا احساس پیدا ہوا۔

برصغیر پاک وہند میں مذکورہ ثمرات اس جماعت کی ہمہ جہتی مساعی کے نتیجے میں حاصل ہوئے جو فکر ومسلک محدثین کی حامل اور انؒ کے علم کی وارث تھی۔ اس جماعت نے محدثین ہی کی طرح کسی لگاؤ اور فقہی وحزبی تعصب کے بغیر حدیث پر عمل کرنے کے جذبے کا احیا کیا۔ مخالفین اور معاندین نے اس جماعت حقہ اور طائفہ منصورہ کو ایک نئے فرقے سے تعبیر کیا اور اس کے جذبے عمل بالحدیث کو (نعوذ باللہ) فتنہ انگیزی ٹھہرایا حالانکہ یہ کوئی نیا فرقہ نہیں تھا بلکہ اس فکر وعمل کا ایک تسلسل تھا جو تقلیدی فرقوں کے ظہور سے پہلے عہد صحابہ سے چلا آرہا تھا۔ ہندوستان میں بے عمل مسلمان بادشاہوں اور مذہب کے نام پر صوفیا اور جامد فقہا نے اصل دین سے عوام کو دور رکھا ہوا تھا اس لئے جب سلفی تحریک کے ذریعے سے اصل دین اجاگر ہوا، سنتوں کا احیا عمل میں آیا اور توحید کی ضیا پاشیوں نے دلوں کو منور کیا تو انہوں نے ان عاملان دین متین اور وارثان رسول امین سے عوام کو بدظن کرنے اور اپنے حلقہ ارادت کے لوگوں کو ان سے دور رکھنے کے لئے اس جماعت کو ایک نیا فرقہ باور کرانے کی مذموم سعی کی جو یکسر خلاف واقعہ بات تھی۔ حقیقت میں یہ جماعت اس نبوی پیش گوئی کی مصداق ہے، جس میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

"لاتزال من امتی امة قائمة بامر الله لايضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى ياتي امر الله وهم على ذلك"۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ۲۸، حدیث ۳۶۴۱، صحیح مسلم الامارۃ باب ۵۳۔ حدیث: ۱۹۲۰)

''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم (صحیح دین) پر قائم رہے گا۔ اس کو چھوڑنے والا اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ نہ اس کی مخالفت کرنے والا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔ (یعنی قیامت برپا ہوجائے گی) اور وہ اسی (صحیح دین) ہوگا۔''

یہ امت قائمہ پہلے پہل صحابہ کرام کی شکل میں تھی، پھر تابعین اور تبع تابعین اس کا مصداق بنے، ان کے بعد وہ محدثین جنہوں نے جمع وتدوین حدیث کا نہایت عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا، اس معیار پر قائم رہے۔ ان کے بعد آج تک یہ گروہ کسی نہ کسی انداز میں قائم چلا آرہا ہے جس نے ہر دور میں اتباع سنت کی وہ مشعل فروزاں رکھی جس کے اولین علم بردار صحابہ کرامؓ تھے۔ متحدہ ہندوستان میں یہ سعادت اہل حدیث کے حصے میں آئی کہ وہ اس

مسلک ومنہج کو زندہ کریں اور زندہ رکھیں جو صحابہ وتابعین کا تھا۔ اس دور میں تقلید کا نام ونشان نہ تھا۔اس لئے تقلید سے وابستگی کو لازمی قرار دینے والے اور ائمہ کے اقوال وآراء کو نصوص کے مقابلے میں ترجیح دینے والے اس امت قائمہ کے مصداق نہیں ہوسکتے۔اس کے صحیح اور اصل مصداق صرف وہی لوگ ہوں گے جن کی عقیدت ومحبت کا مرکز اور اطاعت واتباع کا محور صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کے اقوال وافعال اور تقریرات ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو آج اصحاب الحدیث، اہل الحدیث اور حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت ۷۳ رفرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، باقی سب جہنمی۔ اوراس جنتی فرقے کی نشانی نبی ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے جوما **انا علیه واصحابی** ''میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر چلنے والا ہوگا''۔[سنن ابی داود۔کتاب السنه، باب شرح السنه رقم ۴۵۹۶۔سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء افتراق هذه الامة وقد حسنه الترمذی فی بعض النسخ اقره الالبانی فی شرح عقیدة الطحاوية رقم الحديث ۲۶۳]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اہل الحدیث کی امتیازی خصوصیات کا ذکر کس خوبی کے ساتھ فرمایا ہے۔وہ لکھتے ہیں:۔

''پس اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کی حدیث، آپ کی سیرت اور آپ کے مقاصد واحوال کو سب فرقوں سے زیادہ جانتے ہیں اور ہمارے نزدیک اہل حدیث سے مراد صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو حدیث کی سماعت یا اس کی تحریر وکتابت یا اس کی روایت کے لئے وقف رہے بلکہ اس لقب اہل حدیث کا مستحق ہر وہ شخص ہے جو حدیث کی حفاظت ومعرفت اوراس کے ظاہر وباطن کے فہم اوراس کے اتباع میں نمایاں اور ممتاز ہو۔اسی طرح اہل قرآن کا انطباق بھی ان پر صحیح ہے۔

ان لوگوں کی خصلت یہ ہے کہ یہ قرآن وحدیث سے محبت رکھتے ہیں اوران کے معانی ومفاہیم پر بحث وگفتگو کرتے ہیں اوران سے جن واجبات کا انہیں علم ہوتا ہے ان پر عمل کرتے ہیں، اسی لئے فقہائے حدیث (محدثین کرام) رسول اللہ ﷺ سے، دوسرے فقہا کی بہ نسبت زیادہ باخبر ہیں اوران کے صوفیانہ نسبت دوسرے صوفیا کے رسول اللہ ﷺ کے زیادہ پیروکار ہیں اوران کے امرائے حکومت نبوی سیاست کو بہ نسبت دوسروں کے زیادہ سمجھنے اوراس کے مطابق رویہ اختیار کرنے والے ہیں۔'' [مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۴/۹۵]

یہ بات واضح ہے کہ اہل حدیث ان صفات کمال میں دوسرے تمام گروہوں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں جن سے دوسرے لوگ آراستہ ہیں اور بہت سی صفات میں ان سے ممتاز ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہیں۔اس لئے اہل حدیث سے بحث ومجادلہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی مخالفت میں کوئی اور طریقہ اختیار کرے جیسے معقول، قیاس، رائے، کلام، نظر استدلال، محاجہ، مجادلہ، کاشفہ ومخاطبہ اور وجدان وذوق اور اس طرح کی دوسری چیزیں۔ یہ تمام طریقے اہل حدیث کی شان اوران کا امتیاز ہیں۔پس وہ عقل میں سب لوگوں سے زیادہ کامل اور قیاس میں سب سے زیادہ انصاف سے کام لینے والے، رائے میں سب سے زیادہ درست، کلام میں سب سے زیادہ درست، نظر وفکر میں سب سے زیادہ صحیح، استدلال میں سب سے زیادہ راست کو پانے والے بحث وحجت میں سب سے زیادہ موزوں، فہم وفراست میں سب سے زیادہ کامل، الہام (القائے ربانی) میں سب سے زیادہ سچے، بصر ونظر اور مکاشفے

میں سب سے زیادہ تیز، سماعت اور مخاطبے میں سب سے زیادہ درست اور وجدان وذوق میں سب سے زیادہ عظیم اور احسن ہیں''۔(حولہ مذکورہ ص ۹-۱۰)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''جب دنیا وآخرت کی سعادت پیغمبروں کے اتباع میں ہے تو واضح ہی ہے کہ اس کے سب سے زیادہ حق دار وہ لوگ ہیں جو پیغمبروں کے آثار (اقوال واعمال) کو زیادہ جاننے اور ان کی زیادہ پیروی کرنے والے ہی ہر زمانے اور ہر جگہ میں اہل سعادت ہیں اور یہی گروہ ہر ملت میں نجات پانے والا اور اس امت (محمدیہ) میں یہی حیثیت اہل سنت وحدیث کو حاصل ہے، اس لئے کہ وہ ساری امت کے ساتھ ان چیزوں میں ان کے شریک ہیں جو ان کے پاس رسالت کے امور میں سے ہیں اور اس علم میں ان سے ممتاز ہیں جس میں انہیں درجہ اختصاص حاصل ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کی وراثت ہے، جس سے دوسرے لوگ ناآشنا ہیں یا اس کو جھٹلانے والے ہیں۔'' (حوالہ مذکورہ ص ۲۶)

اہل حدیث کی تعریف کرتے ہوئے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں اور کیا خوب لکھتے ہیں:

''پس یہی طبقہ اہل حدیث وہ ہے جسے قوت حفظ، فہم و فقاہت دین اور بصر وتاویل کی صلاحیت حاصل ہے۔ پس اس نے نصوص سے علوم کی نہریں جاری کیں، ان نصوص سے ان کے خزانے نکالے اور ان میں خصوصی فہم عطا کیا گیا، جیسے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے کسی چیز کی بابت کوئی خصوصی علم بھی دیا ہے جو آپ نے دوسروں کو نہیں بتایا؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور مخلوق کو پیدا کیا...... ہاں فہم کی بات اور ہے جو اللہ اپنے بندے کو اپنی کتاب کی بابت عطا کرتا ہے۔''

پس یہی فہم کتاب اس گھاس چارے کی مثل ہے جسے پاکیزہ زمین اگاتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے یہ طبقہ اہل حدیث دوسرے طبقے سے ممتاز ہے اور یہی طبقہ ہے جس نے نصوص کی حفاظت کی۔ پس اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ان نصوص کا حفظ وضبط ہی ہے۔ پس اس کے پاس لوگ آئے اور اس سے قبولیت کا یقین حاصل کیا۔ ان نصوص سے مسائل کا استخراج کیا۔ اس کے خزانے نکالے، اس میں تجارت کی اور ایسی زمین میں اس کی کاشت کی جو روئیدگی اور پیداوار کے قابل تھی، اور ہر ایک نے اسے اپنی طاقت کے مطابق سیراب کیا (تمام لوگوں نے اپنا پنگھٹ جان لیا)۔

اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی بابت رسول اللہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے میرا فرمان سنا اور اسے یاد کیا، پھر اسے (اسی طرح) آگے پہنچایا جیسے اس نے سنا، اس لئے کہ بہت سے حامل فقہ (دین کی بات سننے والے) فقیہ (سنی ہوئی بات سے استنباط کرنے والے) نہیں ہوتے، اور بہت سے حامل فقہ (جن کو دین کی بات پہنچائی جاتی ہے) وہ پہنچانے والے سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں''۔

اسی طرح امام لالکائی اہل حدیث کی تعریف اور اس نام کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:

''ہر وہ شخص جو کسی مذہب (مسلک) سے وابستگی رکھتا ہے، تو وہ اسی صاحب مذہب کی طرف جو اس کا بانی ہوتا ہے اپنا انتساب کرتا اور اسی کی رائے سے استناد کرتا ہے۔ سوائے اہل حدیث کے، اس لئے کہ ان کے صاحب مذہب خود رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پس وہ انہی کی طرف نسبت کرتے اور انہی کے علم سے استناد

کرتے ہیں اور دشمنان سنت پرست کے ہتھیار ہی سے حملہ کرتے ہیں۔ پس کون ہے جو اس شرف کو ذکر میں اہل حدیث کا مقابلہ کر سکے اور فخر کے میدان اور نام کی بلندی میں ان پر برتری جتا سکے؟ اس لئے کہ ان کا (اہل حدیث) نام معانیٔ کتاب وسنت سے ماخوذ ہے۔ وہ ان دونوں سے ہی بطور خاص دلیل پکڑتے ہیں۔ پس وہ حدیث کی طرف اپنا انتساب کرنے میں متردد ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بہترین حدیث نازل فرمائی ہے"۔

پس یہ حدیث قرآن ہے اور اہل حدیث قرآن کے حامل، اس کے ماننے والے، اس کے قاری اور اس کے حافظ ہیں۔ اور فرامین رسول بھی حدیث ہیں اور اہل حدیث اس حدیث کے بھی ناقل اور اس کے حامل ہیں۔ (پس اہل حدیث کا تردد اس لئے ہے کہ وہ اہل حدیث اس معنی میں ہیں کہ وہ قرآن کے ماننے والے ہیں یا اس معنی میں کہ وہ حدیث کے ماننے والے ہیں)۔ بلاشبہ وہ اس نام کے مستحق ہیں کیوں کہ دونوں ہی معنی ان کے اندر موجود ہیں، ہمارا مشاہدہ ہے کہ لوگ انہی سے کتاب وسنت (کا علم) حاصل کرتے ہیں اور مخلوق قرآن وحدیث کی تصحیح میں انہی پر اعتماد کرتی ہے۔ علاوہ ازیں ہم نے اپنے سے پہلے زمانے میں نہ سنا اور نہ اپنے زمانے میں دیکھا کہ کسی بدعتی نے قرآن کے پڑھانے میں حصہ لیا ہو اور کسی زمانے میں لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا ہو اسی طرح ماضی میں کبھی ان میں سے کسی نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی روایت کا جھنڈا بلند کیا نہ کسی نے دین وشریعت کے معاملے میں ان میں سے کسی کی اقتداء کی۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس اہل حدیث گروہ کے لئے اسلام کے حصے کو مکمل کر دیا اور تمام اقسام کے ساتھ اس کو مشرف کیا اور تمام مخلوق میں اسے اس اعتبار سے ممتاز کیا کہ اسے اپنے دین کے ساتھ عزت بخشی اور اپنی کتاب کے ساتھ اسے بلندی عطا کی اور اپنی سنت کے ساتھ اس کا ذکر بلند کیا اور اپنے اور اپنے رسول (ﷺ) کے طریقے کی طرف رہنمائی کی۔ پس یہی طائفہ منصورہ، فرقہ ناجیہ، حق کا علم بردار اور جماعت عادلہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کو تھامنے والی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور کو نہیں چاہتی۔ نہ آپ کے فرمان میں کسی تبدیلی کی روادار ہے اور نہ آپ کی سنت سے انحراف اسے گوارا ہے، نہ اسے انقلابات زمانہ اس سنت نبویؐ سے پھیرتے ہیں، نہ تغیر حوادث اس کو اس سمت سے موڑنے میں کامیاب ہوتے ہیں اور نہ اس شخص کی بدعت سازی ہی اس سے اس کا رخ بدلتی ہے جو اسلام کے خلاف سازش کرتا ہے تا کہ وہ اللہ کے راستے سے روکے، اور اس دین میں وہ کجی تلاش کرتا ہے اور وہ اس راستے سے لوگوں کو جدل وتکرار کے ذریعے سے پھیرتا ہے۔ یہ جھوٹا گمان اور باطل تخمینہ ہے کہ وہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دے گا جب کہ اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے چاہے کافروں کو ناگوار ہی گزرے"۔

[شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ: ۱/۲۳-۲۵]

جماعت اہل حدیث نے برصغیر پاک وہند میں جو دینی وعلمی خدمات سرانجام دی ہیں، اسی طرح دعوت وتبلیغ اور جہاد کے میدانوں میں جو انمٹ نقوش چھوڑے ہیں، وہ تاریخ کا ایک سنہری باب بلکہ اس کا جھومر ہیں، لیکن افسوس کہ ابھی تک اسے ایسا مورخ میسر نہیں آیا جو اس کی جملہ تفصیلات سمیت اسے زیب قرطاس کر سکے۔ یہ ایک بہت بڑا خلا ہے جو ہر باشعور اہل حدیث کو مضطرب رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جماعت ومنہج کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ردِّ بدعات

کیا یہی اندازِ محبت ہے؟

● ابو یاسر سنابلی، نوی ممبئی

کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بعد تمام چیزوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کا اقرار نہ کرے۔ آپ ﷺ کی محبت ایمان کی بنیاد ہے محبت رسول ﷺ کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (التوبہ:۲۴)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ سے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب آنے کا انتظار کرو اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اب سوال یہ کہ محبت کا کیا مطلب ہے اور کس محبت کا مطالبہ کیا گیا ہے؟ اس کا جواب خود اللہ عزوجل نے دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي﴾ (آل عمران:۳۱) آپ کہہ دیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری تابع داری کرو۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا مطلب اور تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع کی جائے، آپ کی سیرت طیبہ کو اپنایا جائے یہی کامیابی کی ضمانت اور جنت میں داخلے کا سبب ہے۔ آپ کی محبت کا دم بھرنا لیکن آپ کی سنتوں سے اعراض کرنا مومن کا شیوہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ (الحشر:۷) رسول ﷺ تمہیں جو دیں لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دیں اس سے رک جاؤ۔

اس ضابطہ سے انحراف و اعراض تباہی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور:۶۳) رسول کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی آزمائش سے دوچار نہ ہو جائیں یا انہیں کوئی دردناک عذاب نہ آپہنچے۔

کتاب و سنت میں مسلمانوں کو سنت رسول ﷺ سے وابستگی

اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور دین میں نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے۔ رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "**من عمل عملا ليس عليه امرنا فهو رد**" جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کی بابت ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔
[صحیح مسلم۔ کتاب الاقضیہ]

اس ضابطہ کو نظر انداز کرنے دینے کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں بہت ساری بدعات پیدا ہوگئی ہیں اور سال کے اکثر وبیشتر مہینے مختلف بدعتوں وخرافات کے شکنجے میں جکڑتے جارہے ہیں ،انہی بدعات کو دین سمجھ لیا گیا ہے۔ ربیع الاول جو اسلامی تقویم کا ایک مہینہ ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی افسوس کہ مسلمانوں نے ولادت رسول کی خوشی میں اس ماہ کی ۱۲ رتاریخ کو عید مقرر کرلیا۔ اس تاریخ کو بڑے دھوم دھام سے خوشیاں منائی جاتی ہیں بڑے بڑے جلسوں کا اہتمام کیا جاتا ہے سرکار کی آمد مرحبا وغیرہ کے نعروں سے نبی ﷺ کا استقبال کیا جاتا ہے۔ اور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ محبت رسول ﷺ کے اظہار کا یہ اعلیٰ انداز اور بہترین اسلوب ہے، ذرا غور کریں کیا رسول ﷺ نے اپنی ولادت کے نام پر یہ سارے کام کئے جو آج ہو رہا ہے؟
شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ عید میلاد النبی ﷺ کے تعلق سے رقمطراز ہیں کہ:

''سلف صالحین نے ایسی عید نہیں منائی جب کہ اس کے منانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اگر یہ چیز خیر وبھلائی والی ہوتی تو سلف صالحین ہم سے زیادہ حقدار تھے کیوں کہ وہ رسول ﷺ کی تعظیم ہم سے کہیں زیادہ کرتے اور تمام چیزوں سے زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے''۔
[اقتضاء الصراط المستقیم: ۱/۲۹۵]

یہ عید وفات نبی ﷺ کے تقریباً چار صدی بعد ایجاد کی گئی اس کو نہ تو رسول ﷺ نے کیا اور نہ ہی خلفاء راشدین اور نہ ہی آپ کے صحابہ کرام نے اگر یہ عید برحق ہوتی تو وہ لوگ اسے ضرور کرتے۔ حق واضح ہوجانے کے بعد جو کوئی اور راستہ اختیار کرتا ہے وہ گمراہی میں ہے۔ نبی ﷺ سے محبت کا مطلب ہے کہ آپ کی اطاعت اور اتباع کرتے ہوئے آپ کی سنتوں کو زندہ کیا جائے آپ کے فرمودات کو بجالایا جائے اور منہیات سے اجتناب کیا جائے۔ اور یہ عید میلاد اور میلادی محفلیں بدعت ہیں یہ کفار کی مشابہت اوران کی نقالی ہے۔

نبی ﷺ سے محبت کا مطلب ہے کہ آپ کی اطاعت اور اتباع کرتے ہوئے آپ کی سنتوں کو زندہ کیا جائے آپ کے فرمودات کو بجالایا جائے اور منہیات سے اجتناب کیا جائے۔ اور یہ عید میلاد اور میلادی محفلیں بدعت ہیں یہ کفار کی مشابہت اور ان کی نقالی ہے۔

سچ فرمایا ہے رسول ﷺ نے:

"**لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو دخلوا جحر ضب**

لدخلتموه قالوا: یا رسول اللہ ﷺ الیهود والنصاریٰ قال فمن" تم گزشتہ امتوں کی ایک ایک بالشت ان کی اتباع کروگے یہاں کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو تم بھی اس میں داخل ہوگے۔ صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول! وہ یہود ونصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا اور کون (یعنی بھی مراد ہے)۔[صحیح بخاری۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ ح:۷۳۱۹]

ان میلادی محفلوں میں مرد وزن کا اختلاط ہوتا ہے جو اسلامی احکامات کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ موسیقی اور قوالی کا اہتمام بڑے دھوم دھام سے کیا جاتا ہے۔ فرائض وواجبات کا قطعاً خیال نہیں رہتا، فساق وفجار ان جلسوں کی قیادت کرتے ہیں۔ الغرض یہ بدعت اپنے جلو میں ہزاروں برائیاں رکھتی ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ کے رسول ﷺ نے کئی مقامات پر جمعہ کے دن کو عید کہا ہے اور اس دن اسی لئے خصوصیت کے ساتھ روزہ رکھنے کو منع کیا ہے کہ اس میں عید کا معنی پایا جاتا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ تین عیدوں کے علاوہ جو بھی عیدیں ہیں سب بدعتی ہیں سب کے سب گمراہ کن بدعتوں کی ایک قسم ہیں جنہیں مسلمانوں نے جہالت اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اغیار کی تقلید میں اختیار کرلیا ہے۔'' [اقتضاء الصراط المستقیم: ۱/۴۵۲]

اس میں کوئی شک نہیں کہ حب رسول کے جھوٹے دعووں نے ان لوگوں کو ابتداع پر ابھارا ہے۔ واضح رہے کہ حب رسول کا دعویٰ بغیر اتباع رسول ﷺ کے باطل و بے کار ہے۔ سچ کہا ہے شاعر نے ؎

تعصی الالہ وانت تزعم حبه
ھذا محال فی القیاس بدیع
لو کان حبك صادقا لاطعته
ان المحب لمن یحب مطیع

اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور پھر اس کی نافرمانی بھی کرتے ہو تو یہ غیر معقول بات ہے اگر تم اللہ سے محبت میں سچے ہو تو اس کی اطاعت کرو کیونکہ جو آدمی میں کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی پیروی بھی کرتا ہے۔

مزید ستم ظریفی یہ کہ شیطان نے بدعتوں وخرافات کو لوگوں کے سامنے مزین کرکے پیش کردیا ہے اور یہ اسی میں الجھ گئے ایسی محفلوں میں شرکت کے لئے سرتوڑ کوشش کرتے ہیں، عصبیت کا لبادہ اوڑھ کر آتے ہیں اگر کوئی ان محفلوں کے خلاف آواز اٹھاتا ہے تو ناک بھوں چڑھانا شروع کردیتے ہیں، ان میں نہ جانے کتنے ایسے ہیں جنہوں نے شرعی فرائض وغیرہ کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے پامال بھی کررہے ہیں۔ اس کی راہ میں ان کی زبان نہیں کھلتی یہ ان کی واضح جہالت کا نتیجہ ہے۔
ہم دعوت دیتے ہیں کہ مسلمان نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہوں اور ان میلادی محفلوں وغیرہ سے اجتناب کریں۔ اس سے اسلام کی شبیہ خراب ہورہی ہے یہ بدعت وخرافات سنت رسول سے اعراض کا انداز سکھاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبت رسول کے تقاضوں کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

یاد موت

کل نفس ذائقة الموت

● ابواحمد سکراوی

ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور قیامت کے دن تم کو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، پس جو شخص دوزخ سے بچالیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے وہی کامیاب ہے، اور دنیا کی زندگی تو محض ایک دھوکا ہے۔ (آل عمران ۱۸۵)

موت حیاۃ کی ضد ہے، اصطلاح میں کہتے ہیں :مفارقة الروح الجسد .(المجموع:۱۰۵/۵) جسم سے روح کے جدا ہوجانے کو موت کہتے ہیں،،قوله تعالی: فنفخنا فيه من روحنا :تحریم ۱۲) گویا روح کے پھونکے جانے ہی سے ہمیں زندگی ملی اور اسی روح کے جدا ہو جانے سے انسان بے حرکت و ساکت ہو جاتا ہے، جسے ہم کہتے ہیں: مات فلان: فلاں شخص مر گیا،، ارشاد باری تعالی: كل نفس ذائقة الموت :سے روح کی مفارقت و جدائی کا ذائقہ مراد ہے، کیونکہ جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک روح کی حالت اور منزل متغیر ہوتی ہے، آدمی کے مرجانے سے روح فنا نہیں ہوتی، بلکہ روح ایک غیبی امر ہے اور اس کی کیفیت وحقیقت کا علم ہمیں نہیں دیا گیا ہے، قولہ تعالی :اور یہ لوگ آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں آپ جواب دے دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے،، الاسراء ۸۵) امام غزالیؒ بیان کرتے ہیں :موت سے مراد صرف حالت کا بدل جانا ہے، اور روح جسم سے جدا ہو کر اللہ کی تیار کردہ نعمتوں یا عذاب میں باقی رہنے والی ہے، اور مفارقت سے مقصود یہ ہے کہ جسم سے روح کا تصرف کٹ جائے اور بدن اس کی اطاعت و فرمابرداری سے نکل جائے ،کیونکہ جسم کے سارے اعضاء وجوارح روح کے آلات ہیں جن کی صلاحیتوں کا وہ استعمال کرتا ہے،،(احیاء ج ۴ص ۴۹۳)

بس یوں سمجھئے کہ ہمارا یہ خاکی بدن سواری ہے اور روح اس کا سوار ہے، روح کو قبض کرنے کے لئے فرشتوں کو متعین کیا گیا ہے ،فرمان باری تعالی: کہہ دیجئے تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے ،،السجدہ ۱۱) نیک لوگوں کی روحیں بڑی نرمی کیساتھ بشارت وخوشخبری سنا کر قبض کی جاتی ہے، ارشاد ہے: اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کی تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش، پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلی جا،، الفجر ۲۷-۳۰) اللہ تعالی نے کافروں اور نافرمانوں کے بارے میں خبر دی ہے،'' کاش کہ تو دیکھتا جب کہ فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں ان کے منہ پر اور سرینوں پر مار مارتے ہیں اور کہتے ہیں تم جلنے کا عذاب چکھو،، انفال ۵۰) یہ وہ سچائی اور حقیقت ہے جسے ہماری عبرت و بصیرت کے لئے کتاب وسنت نے بڑے ہی صاف ستھرے اور

عام فہم انداز میں بیان کیا ہے، نہ ہندوؤں کے پنرجنم اور آواگون کی کوئی حقیقت ہے نہ روحوں کی آمد اور دنیا میں واپسی کا کوئی تصور، بس! بار بار اس حقیقت کی یاددہانی کرائی گئی ہے کہ ایک طرف دنیا کی یہ فانی زندگی ہے اور دوسری طرف آخرت کی دائمی زندگی اور موت ان دونوں زندگیوں کے درمیان ایک پل ہے، اور ہر دن اس پل سے کسی نہ کسی کو گذرنا پڑتا ہے، جس سے نہ تو کسی کو فرار ہے نہ چارہ کار۔

☆ دراصل زندگی اللہ رب العالمین کی عطا کردہ امانت ہے، اور جب یہ امانت واپس لے لی جاتی ہے تو انسان کی ہستی کھلتی پر تعیش زندگی بے رونق ہوجاتی ہے، یہ قدرت کا وہ اٹل قانون ہے جو یکساں طور سے ہر متنفس پر نافذ ہوتا ہے، چاہے وہ نبی و رسول ہوں، یا اولیاء و صالحین، فاسق و فاجر ہو یا سرکش و نافرمان، جن و شیاطین ہو یا ملائکہ و حملۃ العرش کسی کو ہمیشگی و دوام حاصل نہیں، جس حالت میں جہاں کہیں اس کا وقت پورا ہوجاتا ہے موت کا آہنی پنجہ بغیر کسی اطلاع کے اسے آدبوچتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں ضرور آ پکڑے گی اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ بند ہو جاؤ،، (نساء ۷۸) اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے: اور ہر گروہ کے لئے ایک وقت مقرر ہے، جس وقت ان کی میعاد معین آجائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے (اعراف ۳۴) شاعر کہتا ہے:

من لم یمت عبطة یمت هرما
للموت کاس والمرأ ذائقها

جسے دور شباب میں موت نہیں آتی وہ بوڑھا ہوکر ضرور مرتا ہے، موت تو ایک جام ہے اور آدمی اس کا ذائقہ چکھنے والا ہے،،

☆ جسم اور روح کا بڑا گہرا رشتہ و تعلق ہوتا ہے، ان دونوں کی مفارقت و جدائی بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے، غم و الم کی وہ کیفیت طاری ہوتی ہے کہ دنیا کی پوری زندگی میں اس سے بڑھ کر تکلیف کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا (میں نے آپ پر سکرات موت کی جو تکلیف دیکھی) اس کے بعد میں نے کسی کے لئے موت کے وقت کی سختی کو کبھی ناپسند نہیں کیا (صحیح بخاری ۴۴۴۶) یہ ایسی مشکل ترین گھڑی ہوتی ہے، جس کی تکلیف سے انسان کے اعضاء و جوارح کی ساری قوتیں مضمحل ہوجاتی ہیں، عقل ماؤف اور زبان کی قوت گویائی سلب ہو جاتی ہے، ہاتھ پاؤں ڈھیلے اور آنکھیں پتھرا جاتی ہیں، قرآن کریم نے اس کی تصویر یوں بیان کی ہے: ''اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آپہونچی یہی ہے جس سے تو بدکتا پھرتا تھا (سورہ: ق ۱۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے (آپ کی تکلیف کو دیکھ کر کہا) ہائے میرے ابا جان کی تکلیف، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیٹی آج کے بعد تمہارے ابا جان پر کوئی تکلیف نہ ہوگی (صحیح ابن ماجہ ۱۳۲۰ حسن) ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ الاحبار سے فرمایا: کہ آپ مجھے موت کے بارے میں کچھ بتائیے؟ جواب دیا: اے امیر المومنین موت کی مثال اس کانٹے دار درخت کے مانند ہے، جو ابن آدم کے رگ و پے اور جوڑ جوڑ میں سرایت کر گیا ہو، اور ایک مضبوط بازوں والا شخص پوری طاقت

سے اسے کھینچے (اور وہ جسم کو نچوڑتے ہوئے باہر آجائے)، حضرت عمرؓ یہ سن کر رونے لگے۔(احیاء ج ۴ ص ۴۶۳) اسی کے بارے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

عجبا لمن نزل به الموت وعقله معه كيف لا يصفه:

تعجب ہے اس آدمی پر کہ جسے موت آتی ہے اور اس کی عقل، ہوش وحواس درست ہوتے ہیں پھر بھی وہ اس کی صفت کیوں نہیں بیان کرتا، جب وہ خود اس تکلیف میں مبتلا ہوئے تو ان کے بیٹے عبداللہؓ نے وہ بات یاد دلائی اور کہا ابا جان! آپ ہمارے لئے موت کی حقیقت بیان کیجئے، صحابی رسول نے فرمایا: اے میرے بیٹے! موت کی کیفیات وصفات کوئی نہیں بیان کرسکتا لیکن عبرت و نصیحت کے لئے میں یہ بتادے رہا ہوں کہ یوں سمجھو میری گردن پر پہاڑ رکھ دیا گیا ہے جو اسے توڑے جارہا ہے، مجھے ایسی تکلیف ودرد کا احساس ہو رہا ہے گویا میرا پیٹ کچھوے لگانے والے کانٹوں سے بھر دیا گیا ہے، اور میری روح کو سوئی کے ناکے سے گھسیٹ کر زبردستی نکالا جا رہا ہے،،(شرح الصدور للسیوطی ص ۴۰) اللہ تعالی نے حالت احتضار کی سختی اور اس کے اہوال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: نہیں نہیں جب روح ہنسلی تک پہونچے گی اور کہا جائے گا کہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے، اور جان لیا اس نے کہ یہ جدائی کا وقت ہے، اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی، آج تیرے پروردگار کی طرف چلنا ہے،،(القیامۃ ۲۶-۳۰) مذکورہ آیات میں ہمارے غور وتدبر کے لئے یہ حقائق بیان کئے گئے ہیں کہ جب روح غرغرے کو پہونچ جاتی ہے، آدمی جانکنی کی حالت میں ہوتا ہے تو غیب کے پردے اٹھنے لگ جاتے ہیں، ملائکہ اس کی روح لیکر آسمان پر چڑھتے ہیں اسے نہیں معلوم کہ وہ رحمت کے فرشتے ہیں یا عذاب کے، دوسری طرف اہل و عیال، مال واولاد، اعزہ واقرباء سے جدا ہو رہا ہے، جس طرح خالی ہاتھ آیا تھا اسی طرح خالی ہاتھ جارہا ہے، پھر روح کی مفارقت وجدائی پر تکلیف کی وہ کیفیت بیان کی گئی ہے کہ انسان موت کے وقت پنڈلی سے پنڈلی کو رگڑتا ہے، جس کا مشاہدہ ہم کسی جانور کو ذبح کرتے وقت کرسکتے ہیں، اس وقت پوری زندگی کا سیاہ وسفید، سارا کرتوت سامنے آجاتا ہے، پھر حسرت و ندامت اور پچھتاوا ہوتا ہے، بے کسی و بے بسی کا عجیب سا عالم ہوتا ہے، توبہ واستغفار کے دروازے بند ہوجاتے ہیں، پھر اپنے ہی عزیز ٹنوں منوں مٹی میں دبا کر تنہا چھوڑ آتے ہیں، کسی نے سچ کہا ہے:

یہ اونچی اونچی محلیں کسی کام کے نہیں ہیں
دو گز زمیں کا ٹکڑا چھوٹا سا تیرا گھر ہے
دنیا کے اے مسافر منزل تری قبر ہے

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، اس کے اہل وعیال، ساز وسامان اور اس کا عمل، جس میں دو واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے، اہل وعیال، ساز و سامان واپس آجاتے ہیں صرف اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے،، سنن ترمذی ۲۳۷۹ صحیح) دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے باخبر کیا ہے، لوگو! ''تم میں سب سے ہوشیار آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرتا ہے، اور بے وقوف آدمی وہ ہے جو اپنی خواہشات نفس کے پیچھے بھاگتا اور اللہ پر بھروسہ کئے بیٹھا رہتا ہے،،(ابن ماجہ ۴۲۶۰ علامہ

البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے)

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ قبر کے کنارے پر بیٹھے (اور قبر کا منظر دیکھ کر) اس قدر روئے کی آپ کے سامنے کی مٹی گیلی ہوگئی، پھر آپ نے فرمایا: اے میرے بھائیو! اس جگہ کے لئے تیاری کرلو،، سنن ابن ماجہ ۴۱۹۵ حسن) یہ آپ کی تعلیم وتربیت کا حکیمانہ پہلو ہے کہ لوگ جب کسی چیز سے متاثر ہوں اس خاص موقع پر انہیں اس چیز سے ڈرایا اور آگاہ کیا جائے، کیونکہ اس وقت آدمی کا ذہن پوری طرح سے متوجہ ہوتا ہے، کہ تم سب کو یہیں آنا ہے، مگر افسوس کہ آج ہماری ایمانی حالت بالکل الگ ہے، ایسا لگتا ہے ہم اپنے کسی عزیز یا دوست و احباب کو نہیں بلکہ کسی جانور پر مٹی ڈال رہے ہیں نہ عبرت ونصیحت اور پشیمانی ہے، نہ سابقہ حالات میں تغیر وتبدیلی، بس ہماری مثال اس سے زیادہ کچھ نہیں: **ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارہ او اشد قسوہ** (بقرۃ ۷۴) دور سلف میں لوگ ایسے مناظر کو دیکھ اور سن کر کانپ اٹھتے تھے، یہ ہیں ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنہیں کئی مرتبہ اللہ کے نبی ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے، ان کے غلام ہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی، ان سے کہا جاتا ہے کہ جنت وجہنم کا تذکرہ ہوتا ہے آپ نہیں روتے، اور قبر کو دیکھ کر روتے ہیں، کہنے لگے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، جس نے یہاں نجات پالی اس کے لئے اس کے بعد کے مراحل آسان تر ہوں گے، اور جو یہاں ناکام ہوگیا اس کے لئے اس کے بعد کے سارے مراحل سخت ہوں گے،، (اور ایک موقع پر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ میں نے قبر سے زیادہ ہولناک منظر کبھی نہیں دیکھا، (ابن ماجہ ۴۲۶۷ حسن) محدث عبداللہ ابن مبارکؒ اپنی کتاب ''الزہد،، میں حضرت ابوہریرۃؓ کی بابت بیان کرتے ہیں: کہ وہ موت کی تکلیف میں رونے لگے، پوچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں، فرمایا: میں تمہاری اس دنیا کے چھوڑ جانے پر نہیں بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ میرا سفر لمبا ہے اور زاد راہ کم ہے، میں ایک ایسی گھاٹی میں شام کر رہا ہوں جو جنت کی طرف لے جائے گی یا جہنم کی طرف، میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا،، ص ۳۸) حضرت محمود بن لبیدؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو چیزیں ایسی ہیں جسے ابن آدم ناپسند کرتا ہے، ''موت،، حالانکہ موت فتنے کی زندگی سے بہتر ہے، دوسرا: قلت مال، جب کہ مال کم ہونے سے حساب کم لیا جائے گا، (صحیح ترغیب ۳۲۱۰) آج انسان حرام وحلال کی تمیز کئے بغیر سب کچھ سمیٹے چلا جا رہا ہے، موقع پاتے ہی دوسروں کے حقوق بھی مار لیتا ہے، وہ بھول جاتا ہے کہ مرنے کے بعد پائی پائی کا حساب دینا ہے، حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گذرا آپ نے فرمایا: کہ یہ راحت پانے والا ہے یا دوسرے لوگ اس سے راحت پانے والے ہیں، صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ''مستریح اور مستراح منہ،، سے کیا مراد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: مومن بندہ موت کے بعد دنیا کی تکلیف اور جھمیلوں سے نکل کر اللہ عزوجل کی رحمت میں جگہ پاتا ہے، اور فاسق وفاجر آدمی کے مرنے سے شہر، اس کے باشندے اور شجر و چوپائے (اس کے شر سے) راحت پاتے ہیں (صحیح مسلم

۹۵۰) ہر مرد وعورت کو صالحات اور نیکیوں کے ذریعہ رب کی رحمتوں کا طلبگار بننا چاہیے ،ایسے کردار وعمل سے اجتناب کرنا چاہیے کہ مرنے کے بعد برائیوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے ، لوگ اس کے مظالم کو یاد کر کے لعن طعن کریں، کیونکہ پڑوسیوں اور اہل ایمان کی گواہیاں اور شہادتیں میت کے حق میں قبول ہوتی ہیں،رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان مرتا ہے اور اس کے قریبی پڑوسیوں میں سے چار لوگ جو اس کے حالات سے باخبر ہوں خیر کی شہادت دیں تو اللہ تعالی اسے قبول کرتا ہے اور اس کے بارے میں وہ لوگ جو نہیں جانتے اسے بھی معاف فرما دیتا ہے ،(احکام الجنائز للالبانی ص ۴۵ حدیث حسن لغیرہ) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک جنازہ گذرا اصحابہ کرامؓ نے اس کی تعریف کی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وجبت ،، پھر دوسرا جنازہ گذرا تو صحابہ کرامؓ نے اس کے برے کرتوت کا ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا: وجبت ،، حضرت عمرؓ نے پوچھا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس سے کیا مراد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے حق میں تم نے خیر کی گواہی دی اس پر جنت واجب ہوگئی، اور جس پر شر کی گواہی دی اس پر جہنم واجب ہوگئی، اور تین مرتبہ فرمایا: تم زمین میں اللہ کے شہداء ہو،، دوسری رویت میں ہے: اہل ایمان زمین میں شہداء اللہ ہیں،، (صحیح بخاری ۲۶۴۲، ۱۳۶۷ و صحیح مسلم ۹۴۹) اللہ تعالی ہم سب کو موت سے پہلے زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے کی توفیق بخشے اور اس حقیر سی کوشش کو ہر خاص وعام کے لئے نفع بخش بنائے ۔آمین

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین

آخری بدھ [چہار شنبہ]

ماہِ صفر کے آخری بدھ کو برصغیر کے بہت سے مسلمانوں کے ہاں خوشیاں منائی جاتی ہیں، کارخانے بند رہتے ہیں اور مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں، کچھ عورتیں اس دن بہت زیادہ اہتمام کرتی ہیں، مٹی کے بنے ہوئے چولہے اور مٹی کے دیگر برتن اس دن توڑتی ہیں۔ اسی طرح کچھ جگہوں پر عورتیں پرانی چوڑیاں بھی توڑتی ہیں، پھر نئے لباس پہنے جاتے ہیں، گھروں کو رنگ وروغن کرایا جاتا ہے۔ مٹھائیاں کھائی جاتی ہیں جن لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ خوشی کس بات کی منائی جارہی ہے؟ جواب ملتا ہے کہ آج کے دن رسول اللہ ﷺ مرض سے شفایاب ہوئے تھے، یہ سب اہتمام اس شفایابی کی خوشی میں ہے جبکہ حدیث وتاریخ کی کسی روایت سے اس بات کی نشاندہی اور تصدیق نہیں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو کسی مرض سے شفایاب ہوئے بلکہ اس کے برعکس تاریخ طبری میں یہ روایت صراحتاً موجود ہے کہ آپ ﷺ صفر کے آخری ایام میں حجۃ الوداع کے بعد مرض الموت میں مبتلا ہوئے تھے۔ اس تاریخی اور مصدقہ روایت سے یہ ثابت ہوا کہ آخری بدھ کو خوشیاں منانے والے اور مٹھائیاں تقسیم کرنے والے درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں کہ آپ ﷺ کی بیماری جن ایام میں شروع ہوئی، اس پر خوشیوں کا اہتمام کرتے ہیں۔

[چند بدعات اوران کا تعارف: ص ۲۷-۲۸]

عبادات

اقامتِ صلوٰۃ

● عبدالواحد انور یوسفی الاثری

شرعِ ابراہیم کا ہے جز و لاینفک نماز
حج و قربانی سے بھی دوچند ہے بیشک نماز

امت کا ایک بڑا طبقہ جو حج و قربانی کی سعادتوں کو اپنے لئے باعث افتخار و نجات سمجھتا ہے وہ بھی حیات ابراہیم کے اہم اور بنیادی گوشہ، اقامت صلوۃ سے کوسوں دور ہے جبکہ کفر و ضلالت کی وادیوں سے ہجرت کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی اولاد کو وادی غیر ذی زرع میں خانۂ کعبہ کے پاس چھوڑا تھا تو واپسی پر زبان پر جو دعا تھی اور رب کعبہ سے مناجات و سرگوشی کا جو والہانہ انداز تھا اس میں اسماعیل اور ام اسماعیل کے سامان خورد و نوش کا مطالبہ نہیں تھا بلکہ رب کعبہ سے ان کا پہلا مطالبہ ان کی اخروی زندگی کی کامیابی کا یعنی اقامت صلوٰۃ کا تھا قرآن ناطق ہے ﴿رَّبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُواْ الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ (ابراہیم: ۳۷)

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے، اے ہمارے پروردگار! یہ اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں سے روزیاں عنایت فرما تا کہ یہ شکر گزاری کریں۔

غور کیجئے اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگی ہیں۔

اول: میری اولاد نماز قائم کرے۔

دوم: میری اولاد کو انسانی معاشرہ میسر آئے۔

سوم: انہیں پھلوں سے رزق مہیا فرما۔

ہر عقلمند اس بات کو محسوس کر سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی دینی و اخروی مصلحت اور فوز و فلاح کو دنیاوی مفادات پر ترجیح دیا ہے اور اپنی اولاد کو وہاں بسائے جانے کا مقصد اقامت صلوٰۃ بتایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور وہاں اسماعیل اور ام اسماعیل کے چھوڑے جانے کا واقعہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

"پھر ابراہیم، ام اسماعیل شیر خوار بچے (اسماعیل) کو لے کر مکہ آئے ماں اور بیٹے دونوں کو ایک بڑے درخت کے پاس، مسجد کے بالائی حصہ میں بٹھا دیا جو اس جگہ تھا جہاں اب زمزم ہے، ان دنوں مکہ میں کوئی انسان نہیں تھا اس لئے وہاں پانی بھی نہیں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو وہیں چھوڑ دیا اور ان کے لئے ایک چمڑے کے تھیلے میں کھجور اور ایک مشک میں پانی رکھ دیا پھر ابراہیم علیہ السلام روانہ ہوئے اس وقت ام اسماعیل ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہا کہ اے ابراہیم! اس خشک جنگل میں

جہاں کوئی بھی آدمی اور کوئی بھی چیز موجود نہیں ہے آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں انہوں نے کئی دفعہ اس بات کو دہرایا لیکن ابراہیم ان کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے آخر ہاجرہ نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم نے فرمایا: ہاں! اس پر ہاجرہ مطمئن ہو کر بولیں پھر تو اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کرے گا وہ ہمیں ہلاک نہیں کرے گا چنانچہ وہ واپس آگئیں اور ابراہیم روانہ ہو گئے جب وہ ثنیہ پہاڑی پر پہنچے جہاں سے وہ دکھائی نہیں دیتے تھے تو کعبہ کی طرف رخ کیا پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی: ﴿رَبَّنَا إِنِّيٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ عِندَ بَيۡتِكَ ٱلۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ...... ﴾ اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بے کھیتی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسایا ہے، اے ہمارے رب! (یہ اس لئے) تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں......" (بخاری۔ کتاب الانبیاء)

علامہ قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "واللام فی لیقیموا الصلوٰۃ" لام کی۔ (ج:۹-۱۰/۲۱۷)

یعنی یہ لام جو بسانے کی غرض وغایت کو بیان کرتا ہے۔

قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا:

رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ میں لام، لام کی ہے اور اسکنت سے متعلق ہے اور معنی یہ ہے کہ میں نے دنیاوی آسائشوں اور وسائل رزق سے خالی اس سرزمین میں اپنی اولاد کو صرف اس لئے آباد کیا ہے تا کہ وہ آپ کے عزت والے گھر کے جوار میں نماز قائم کریں اور (ربنا کے الفاظ کے ساتھ (تکرار ندا اور اس کو دعا کے درمیان ذکر کرنے سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ان کو وہاں بسانے کی غرض وغایت صرف یہی ہے۔ (تفسیر بیضاوی ۱/۵۲۰)

علامہ طبری لکھتے ہیں:

[رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ] يقول فعلت ذالك يا ربنا كى تودى فرائضك من الصلاة التى اوجبتها عليهم فى بيتك المحرم سے آباد رکھیں۔

عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی لکھتے ہیں:

رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ اے رب! تا کہ وہ نماز قائم کریں یعنی ان کو موحد اور نماز قائم کرنے والا بنا، کیونکہ نماز سب سے زیادہ خصوصیات کی حامل اور سب سے افضل عبادت ہے اور جس نے نماز کو قائم کر لیا وہ دین کو قائم کرنے والا ہو گیا۔

(تفسیر السعدی اردو: ۲/۱۳۵۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی فکر مندی میں جو دعا فرمائی، اس میں اقامت صلوٰۃ کو اولیت حاصل ہے، جو اخروی کامیابی کا ایک اہم ذریعہ ہے اس کے بعد دنیاوی مفادات کی دعائیں ہیں۔ اس طرح دین و دنیا کی فوز وفلاح اور کامیابی کے لئے اولاد کے حق میں یہ ایک جامع دعا ہے۔

اس کے علاوہ انفرادی دعاؤں میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور رب کائنات سے اقامت صلوٰۃ کی توفیق اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے مانگا کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

﴿رَبِّ ٱجۡعَلۡنِي مُقِيمَ ٱلصَّلَوٰةِ وَمِن ذُرِّيَّتِيۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴾ (ابراہیم: ۴۰)

اے میرے پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا اور میری دعا قبول فرما۔

دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جہاں اپنے لئے پروردگار سے اقامت صلوٰۃ کی توفیق مانگی وہیں اپنی اولاد کو بھی اس میں شامل رکھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظروں میں نماز کی کیا اہمیت تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی

ہر دعا کو شرف قبولیت سے بھی نوازا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں خود گواہی دیتا ہے۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا○ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا﴾ (مریم:۵۴-۵۵)

اس کتاب میں اسماعیل کا واقعہ بھی بیان کر دیا کہ وہ بڑا ہی وعدہ کا سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی، وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور تھا بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی اولاد کے لئے اقامت صلوٰۃ کی دعا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنی اولاد کو ادائیگی نماز کا حکم صاف ظاہر کرتا ہے کہ اقامت صلوٰۃ کا حکم نسل در نسل منتقل ہوتا رہا اور ہر باپ نے اپنی اولاد کو اقامت صلوٰۃ کی اہمیت جتائی اور نماز کی ادائیگی اور مداومت کا حکم دیا۔

اس طرح نماز ہر زمانے میں ہر امت پر فرض رہی ہے دیگر امتوں کی طرح امت محمدیہ پر بھی نماز فرض ہے جس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سارا دین اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساتویں آسمان سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچا ہے مگر نماز آپ کو معراج میں عطا کی گئی ابتداء میں وہ پچاس نمازیں تھیں مگر تعداد گھٹا کر پانچ کر دی گئی جس کی تفصیل ذیل کی حدیث میں موجود ہے۔

"فرضت علی النبی ﷺ لیلۃ اسری بہ الصلوٰۃ خمسین، ثم نقصت حتی جعلت خمسا، ثم نودی یا محمد! انہ لایبدل القول لدی وان لک بھذی الخمس خمسین" [ترمذی، کتاب الصلوٰۃ]

نبی ﷺ پر شب معراج میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں پھر ان کو گھٹا کر پانچ کر دیا گیا اس کے بعد ارشاد ربانی ہوا: اے محمدؐ! ہمارے یہاں فیصلے بدلا نہیں کرتے، تمہیں ان پانچ نمازوں کا اجر پچاس نمازوں کے برابر ملے گا۔

دین اسلام میں نماز کی بڑی اہمیت ہے شہادتین کے اقرار کے بعد پہلا فریضہ اور عملی رکن نماز ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: **"بنی الاسلام علی خمس: شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وحج البیت وصوم رمضان"** (بخاری کتاب الایمان)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے کلمۂ شہادت (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا اقرار کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔

نماز اسلام کا ایک ایسا منفرد رکن ہے جس کی ادائیگی ہر حال میں ضروری ہے، آدمی عاقل و بالغ ہے، مقیم ہے یا مسافر، بیمار ہے یا صحتمند حالت امن ہے یا حالت جنگ ہر حال میں اس کی ادائیگی ضروری ہے، نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: **"صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب"** (بخاری کتاب تقصیر الصلوٰۃ)

کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر ادا کرو اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر نماز ادا کرو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس طرح اپنی اولاد کے لئے اقامت صلوٰۃ کی اہمیت کو واضح کیا اور بار بار اسے دہراتے رہے بالکل اسی طرح نبی کائنات ﷺ بھی نماز کی اہمیت کو پوری زندگی اجاگر کرتے رہے اور اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بار بار نماز کی تاکید فرماتے رہے حضرت انس رضی اللہ

عنہ بیان کرتے ہیں۔

"کان عامة وصية رسول الله ﷺ وهو يغرغر بنفسه الصلوٰة وماملكت ايمانكم" (مسند احمد ۳/۱۱۷)

رسول اللہ ﷺ اپنے آخری سانس لے رہے تھے اور بار بار اس بات کی وصیت فرما رہے تھے کہ نماز قائم رکھنا اور ماتحت لوگوں (غلام یا ملازم) کا خیال رکھنا۔

اسوۂ ابراہیمی اور شریعت محمدی میں نماز کی جو اہمیت ہے وہ مندرجہ بالا دلیلوں سے واضح ہے مگر دیکھا یہ جا رہا ہے کہ حج و قربانی کے ساتھ مسلمانوں کا جو والہانہ لگاؤ اور تعامل ہے وہ نماز کے ساتھ نہیں ہے۔

ایک مسلمان فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے لاکھوں روپے بڑے شوق سے خرچ کر ڈالتا ہے اور اسے اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے، ہر سال یوم النحر اور ایام تشاریق میں ہزاروں روپے خرچ کر کے جانور خریدتا اور قربان کرتا ہے، یہ دونوں عمل اس کے لئے بڑے آسان ہیں یعنی زندگی میں ایک بار حج کر لینا آسان عمل ہے اسی طرح سال میں ایک بار جانور قربان کر دینا بھی آسان عمل ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی سے ہمیں صرف حج و قربانی ہی کا سبق نہیں ملتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اقامت صلوٰۃ کا تاکیدی حکم بھی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا ہر عمل ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے کاش! ہم اقامت صلوٰۃ کی اہمیت کو بھی سمجھیں اور اس کی ادائیگی کو ضروری سمجھیں کیونکہ نماز میں تسلسل اور مداومت ہے ہر حال میں اسے انجام دینا ہے مگر یہ مسلمان پر بڑا شاق اور مشکل ترین امر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان نمازیوں کی تعریف فرمائی ہے جو نماز پر مداومت برتتے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ﴾ (المعارج: ۲۳)

یعنی جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں، ہمیشہ نماز پڑھنے کا مطلب ہے کہ وہ نماز میں کوتاہی نہیں کرتے ہر نماز اپنے وقت پر نہایت پابندی اور التزام کے ساتھ پڑھتے ہیں کوئی مشغولیت انہیں نماز سے نہیں روکتی اور دنیا کا کوئی فائدہ انہیں نماز سے غافل نہیں کرتا، اقامت صلوٰۃ کا حکم ہے اس کی اہمیت اور فائدے کو اجاگر کیا گیا ہے لیکن آج مسلمانوں کے رویے اور تعامل پر نظر ڈالیں تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ حج ایک آسان عمل ہے جو زندگی میں ایک بار آتا ہے، ہر سال میں قربانی کے جانور ذبح کر دینا بھی ایک آسان عمل ہے جسے مسلمانوں کی اکثریت بڑے شوق سے انجام دیتی ہے، مگر نماز روز روز کا مسئلہ ہے بلکہ دن میں پانچ وقت اس کا اہتمام کرنا ہے یہ بڑا مشکل عمل ہے تاہم خاشعین کے لئے یہ گراں اور مشکل نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾ (البقرة: ۴۵) اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو۔ یہ بڑی چیز ہے مگر ڈر رکھنے والوں پر۔

یعنی نماز کی پابندی عام لوگوں کے لئے گراں ہے مگر خشوع و خضوع کرنے والوں کے یہ آسان بلکہ اطمینان اور راحت کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اقامت صلوٰۃ کی توفیق عطا فرمائے اور اس مشکل ترین فریضے کی ادائیگی ہمارے لئے آسان کر دے۔ آمین۔ تقبل اللہ یا رب العالمین

☆☆☆

حقائق اولیاء

اولیاء اللہ کون؟

● عبداللہ بن محمد صدیق سنابلی

اللہ رب العزت سورہ یونس میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَلاَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَياةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ لاَ تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (یونس: ۶۲-۶۴)

یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے، ان کے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے، اللہ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا، یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ رب العزت نے مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اولیاء اللہ کے صفات اور مقام ومرتبہ کی وضاحت فرمائی ہے، مزید وضاحت میں جانے سے پہلے اولیاء اللہ کا معنی ومفہوم ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

اولیاء اللہ کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

اولیاء ولی کی جمع ہے، جس کے معنی لغت میں قریب کے ہیں، اس اعتبار سے اولیاء اللہ کے معنی ہوں گے، وہ سچے اور مخلص مومن جنہوں نے اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کر کے اور معاصی سے اجتناب کر کے اللہ کا قرب حاصل کرلیا۔

اولیاء دو قسم کے ہوتے ہیں:

۱) اولیاء الرحمان۔ ۲) اولیاء الشیطان۔

اولیاء الرحمٰن کے اوصاف:

اولیاء الرحمٰن کی تعریف فرماتے ہوئے اللہ رب العزت نے سورہ یونس آیت ۶۳ میں ان کے صفات کا ذکر فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ﴾ اولیاء اللہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور ایمان وتقویٰ میں اللہ کے قرب کی بنیاد اور اہم ترین ذریعہ ہے اس لحاظ سے ہر مومن متقی اللہ کا ولی ہے۔

اس طرح سے ایک حدیث قدسی ہے، جسے امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمایا: "ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب، وما تقرب الی عبدی بشئی احب الی مما افترضته علیه، وما زال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فکنت سمعه الذی یسمع به، وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها، وان سالنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه وما ترددت من شئی انا فاعله ترددی عن نفس المومن یکره الموت وانا اکره مساءته" [صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع رقم الحدیث ۶۵۰۲]

رسول اکرم ﷺ نے بیان فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے اعلان جنگ ہے اور بر ابندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے۔ یعنی (فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ،

حج، زکوۃ) اور براہ بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں (اور اللہ کی عبادت میں کسی غیر کو شریک کرنا شرک ہے جس کا ارتکاب موجب دخول نار ہے) تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں، اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان کے نکالنے میں ہوتا ہے وہ تو موت کو بوجہ تکلیف جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بندے میں خدا ہو جاتا ہے جیسے معاذ اللہ اتحادیہ اور حلولیہ کہتے ہیں بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جب میری عبادت میں غرق ہو جاتا ہے اور رتبۂ محبوبیت پر پہنچتا ہے تو اس کے حواس ظاہری و باطنی سب شریعت کے تابع ہو جاتے ہیں وہ ہاتھ پاؤں کان آنکھ سے صرف وہی کام لیتا ہے جس میں میری مرضی ہے خلاف شریعت اس سے کوئی کام سرزد نہیں ہوتا۔

اولیاء شیطان کے اوصاف:

اللہ رب العزت سورہ اعراف آیت ۲۷-۲۸ میں اولیاء شیطان کی نشاندہی اس طرح فرمائی ہے۔

﴿إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾

بے شک ہم نے شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا رفیق بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اس طریق پر پایا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی بتایا ہے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا کیا تم اللہ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ بے ایمان قسم کے لوگ ہیں شیطان کے اولیاء ہو سکتے ہیں جنہیں وہ اپنے مقصد میں استعمال کر سکتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان کے درمیان امتیاز کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (سورہ بقرہ:۲۵۷)

ایمان لانے والوں کا کارساز اللہ خود ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ ہمیش اسی میں پڑے رہیں گے۔

اولیاء اللہ کے طبقے:

اولیاء اللہ کے دو طبقے ہیں۔ ایک سابقین مقربین، دوسرے اصحاب یمین مقتصدین۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے سورہ واقعہ میں اس کی وضاحت فرمائی ہے:

﴿وَكُنتُمْ أَزْوَاجاً ثَلَاثَةً o فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ o وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ o وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ o أُوْلَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ o فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ o ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ o وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ﴾ (سورہ واقعہ: ۷-۱۴)

(جب قیامت قائم ہوگی) تو اس وقت تم لوگوں کی بھی تین قسمیں ہوں گی ایک تو داہنے ہاتھ والے، سو داہنے ہاتھ والوں کا کیا کہنا ہے۔ اور ایک بائیں ہاتھ والے، سو بائیں ہاتھ والوں کا کیا ہی برا حال ہے، اور تیسرے جو سامنے آگے بٹھائے گئے ہیں سو یہ آگے بٹھانے کے قابل ہیں، یہ بارگاہ الٰہی کے مقرب ہیں ان کو بہشت کے آرام وآسائش کے باغوں میں جگہ دی جائے گی اور اس گروہ میں بہت تو اگلوں میں سے ہوں گے اور تھوڑے پچھلوں سے بھی ہوں گے۔

اسی طرح سے جب قیامت کبریٰ قائم ہوگی تو لوگوں کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اللہ تعالیٰ پہلے لوگوں اور پچھلے لوگوں کو جمع کرے گا جیسا کہ اللہ رب العزت نے اس بات کو متعدد جگہوں پر بیان فرمایا ہے مقربین اور اصحاب یمین سے کون لوگ مراد ہیں؟

سابقین مقربین سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ نوافل کے درجہ قرب الٰہی حاصل کرتے ہیں، واجبات ومستحبات پر عمل پیرا رہتے ہیں جس حرام اور مکروہات سے کلی طور سے اجتناب کرتے ہیں اور اللہ کی طرف اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے ان تمام محبوب اور پسندیدہ کاموں کو اپناتے ہیں کہ جن سے اللہ کی قربت حاصل ہوجائے تو ایسے بندے سے اللہ پوری طور سے محبت کرنے لگتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں بیان کیا جاچکا ہے "لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه"۔

اور اصحاب یمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرائض ادا کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے ان پر حرام کیا ہے اسے کلی طور سے ترک کردیتے ہیں اور اپنے آپ کو نوافل وغیرہ کا پابند نہیں بناتے۔

ولایت کے لئے کرامت کا ظہور شرط نہیں:

لوگ ولایت کے لئے اظہار کرامت ضروری سمجھتے ہیں اور پھر وہ اپنے بنائے ہوئے ولیوں کے لئے جھوٹی سی کرامتیں مشہور کرتے ہیں یہ خیال بالکل غلط ہے، کرامت ولایت کے لئے نہ لازم ہے اور نہ شرط یہ الگ الگ چیز ہے اگر کسی سے کرامت ظاہر ہوجائے تو اللہ کی مشیت ہے، اس میں اس بزرگ کی مشیت شامل نہیں ہے لیکن کسی متقی مومن اور متبع منشت کرامت کا ظہور ہو یا نہ ہو اس کی ولایت میں کوئی شک نہیں کیونکہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں ولایت کے لئے جو شرط لگائی ہے وہ صرف ایمان اور تقوے کی لگائی ہے اسی طرح ولایت کے لئے معصوم ہونا بھی شرط نہیں ہے۔

آخری بات:

کسی کو ولی تسلیم کرنے کے لئے اس کے اعمال وافعال کو کتاب وسنت کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جائے گا، اگر اس کے اعمال وافعال کتاب وسنت کے موافق ہیں ایمان، وتقویٰ کی صفت بدرجہ اتم موجود ہے تو سمجھو کہ وہ اللہ کا ولی ہے۔

اور اگر کسی شخص کے اعمال وافعال کتاب وسنت سے ہٹ کر ہیں اس کے ایمان وتقویٰ میں کھوٹ ہو، ایسا شخص اگر بقول کرامات، جعلی الہامات، دجل وفریب اور جادوگری کے نام پر کرامت کا دعویٰ کرے تو سمجھو کہ یہ شیطان کا ولی ہے۔

نظمِ زندگی

عبادت......اصول اور ضابطے

● اشفاق احمد سنابلی

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق کا مقصد عبادت بتلایا ہے۔ اس مقصد کی وضاحت کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔اور کتابیں نازل کیں جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (انبیاء:۲۵)

آپ سے پہلے جو بھی رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں بس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ نے عبادت کے شروط وآداب اور اس کو باطل کردینے والی تمام اشیاء کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ عبادت اسی وقت مقبول ہے جب اس میں یہ شرطیں پائی جائیں۔ ان شروط پر کتاب وسنت کے واضح دلائل موجود ہیں۔

۱) اخلاص:

اخلاص دین اسلام کی بنیاد ہے۔اس کا معنی یہ ہے کہ عبادت خالص اللہ کے لئے ہو اس میں کسی طرح کی کوئی ملاوٹ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (البینۃ:۵) لوگوں کو اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو صرف اسی کے لئے خالص کر کے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور تمہارے صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے یہ سارے دلائل اس بات کے واضح ثبوت ہیں کہ ہر نیک عمل میں اخلاص اور صحیح نیت ضروری ہے۔بغیر اخلاص کے کوئی بھی عمل عنداللہ مقبول نہیں۔اس لئے ہر مسلمان اپنے دل کا محاسبہ کرے اور دل کو ہر اس چیز سے پاک رکھے جن سے اعمال برباد ہو سکتے ہیں۔

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

"فعمل القلب هو روح العبودية فاذا خلا عمل الجوارح منه كان كالجسد الميت بلا روح. والنية عمل القلب"۔(بدائع الفوائد:۳/۱۸۷)

دل کا عمل عبادت کی روح ہے جب انسان کے اعضاء وجوارح دل کے عمل سے خالی ہو جائیں تو انسان مردہ لاش ہو جاتا ہے اور نیت کا عمل دل ہے۔

۲-عبادت صحیح اعتقاد پر مبنی ہو:

یعنی عابد اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کامل رکھتا ہو۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا﴾ (النساء:۱۲۴) جو ایمان والا ہو مرد ہو یا عورت اور وہ کوئی نیک عمل کرے یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کی گٹھلی کے

شگاف برابر بھی ان کا حق مارا نہ جائے گا۔

علامہ شنقیطیؒ فرماتے ہیں کہ اعمال صالحہ کو ایمان کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ عابد اگر مومن نہیں ہے تو اس کے اعمال صالحہ قبول نہیں کئے جائیں گے۔ (اضواء البیان:۳/۱۳۵)

اللہ تعالیٰ کافروں کے عمل کو ان کے عدم ایمان کی وجہ سے بالکل بے وزن کردے گا۔ ان کے عمل کا کوئی بدلہ بروز قیامت نہیں ملے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئاً وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾ (النور:۳۹)

اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ نہیں پاتا ہے ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کردینے والا ہے۔

۳- رسول اللہ ﷺ کی اتباع:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ عبادت رسول ﷺ کے طریقہ پر ہو اس شرط کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ (الحشر:۷)

اور جو تمہیں رسول اللہ ﷺ دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

مزید اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء:۸۰)

اس رسول اللہ ﷺ جو اطاعت کرے اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانی کی۔

مذکورہ بالا تینوں شرائط کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی ایک ہی آیت میں جمع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لله وَهُوَ مُحْسِنٌ واتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً﴾ (النساء:۱۲۵)

باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے جو اپنے کو اللہ کے تابع کردے اور ہو بھی نیکوکار ساتھ ہی یکسوئی والے ابراہیم کے دین کی پیروی کر رہا ہو اور ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنالیا ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن ناصر السعدی رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ کے تحت رقمطراز ہیں کہ: اس شخص کے دین سے بہتر کسی کا دین نہیں جس نے اخلاص اور اللہ کی طرف تمام اعضاء کی توجہ کو جمع کرلیا ہے اس اخلاص کے ساتھ وہ اس شریعت کا متبع ہو جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور کتابیں نازل کیں اور ابراہیم علیہ السلام کے دین کا پیروکار ہے اس نے شرک کو چھوڑ کر توحید کو اپنایا مخلوق سے توجہ ہٹا کر خالق کی طرف توجہ کی۔ [تفسیر سعدی:۱/۲۰۱]

عبادات میں تینوں شرائط کا بیک وقت ہونا ضروری ہے کسی ایک شرط کی عدم موجودگی میں عبادت قابل قبول نہیں واضح ہو کہ عبادات کو بہت سارے چیزیں فاسد اور باطل بھی کردیتی ہیں۔ ان کا جاننا اور ان سے اجتناب بے حد ضروری ہے۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱) عبادت میں شرک کی آمیزش ہو:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو: ﴿إِنَّ اللَّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْماً عَظِيماً﴾ (النساء:۴۸)

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عمل عملا اشرک فیه معی غیری ترکته وشرکه" (مسلم، حدیث نمبر:۲۹۸۵) میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں لہٰذا جس نے بھی کوئی عمل کیا اور اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔

۲) ارتداد:

یعنی مسلمان اپنے دین سے پھر جائے اور کفر کی راہ اختیار کرے۔ اس سے تمام اعمال صالحہ برباد ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (البقرہ:۲۱۷)

اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں تو اس کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہوجائیں گے۔ یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔

قرآن پاک کی اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال اسی وقت برباد ہوں گے جب کہ خاتمہ کفر پر ہو۔ اگر مرتد موت سے پہلے تائب ہوجائے تو ایسا نہیں ہوگا۔

۳) ریاکاری:

یعنی انسان اعمال صالحہ کو دکھانے یا شہرت کے لئے انجام دے۔ تو ایسی عبادت باطل ہوگی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تُبْطِلُواْ صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالأذَى كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاء النَّاسِ﴾ (البقرہ:۲۶۴) اے ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتلا کر اور ایذاء پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوا کے لئے خرچ کرے۔

اگر کوئی آدمی عبادت شروع کرتا ہے پھر اس پر ریاکاری کی نیت اثر انداز ہوجاتی ہے تو مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔ شیخ صالح المنجد لکھتے ہیں کہ اگر عابد ریاکاری کو ناپسند کرتا ہے اور اسے رفع کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی عبادت قابل قبول ہے ان شاء اللہ اگر وہ اس ریاکاری میں راحت محسوس کرتا ہے اور اسے دور کرنے کا کوئی اقدام نہیں کرتا ہے تو اکثر علماء کے قول کے مطابق وہ عبادت برباد ہوگی۔ [مہلک گناہ: ص ۳۸]

۴) عبادت میں احسان جتلانا:

اگر انسان عبادت کر کے احسان جتلاتا ہے تو ایسے شخص کی بھی عبادت برباد ہوجائے گی۔ عبادت کر کے احسان جتلانا اور اہل ایمان کا شیوہ نہیں بلکہ یہ منافقین کا وطیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ (الحجرات:۱۷) اپنے مسلمان ہونے کا آپ پر احسان جتلاتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اپنے مسلمان ہونے کے احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ دراصل اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم پر احسان کی ہدایت کی۔ اگر تم راست گو ہو۔

خلاصہ یہ کہ کافر و مشرک، ریاکار اور احسان جتلانے والے کی عبادت عنداللہ مقبول نہیں یہ سارے افراد اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ کے عذاب کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت صحیح طریقے سے انجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین

فقہ وفتاوی

کمپنی اور گروپ کی شکل میں مشترکہ تجارت کا شرعی حکم

● ابوالمظفر عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی

سوال: کمپنی اور گروپ کی شکل میں مشترکہ تجارت کا کیا حکم ہے اور اس کے اسلوب وطریقے کیا ہیں کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: کمپنی اور گروپ کی شکل میں کئی لوگوں کے مل کر مشترکہ تجارت کرنے کو فقہاء اسلام کی اصطلاح میں الشرکۃ کہا جاتا ہے جس کے احکام مشروعیت اور شرائط واقسام درج ذیل ہیں:

الشرکۃ (کمپنی اور گروپ کی شکل میں مشارکت) کا معنی ومفہوم:

دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے درمیان مال اور نفع پر مشارکت کے ذریعہ تجارتی عقد کیا جائے چاہے یہ صنعت میں ہو یا زراعت میں یا کسی اور تجارت میں اسے شرکہ یا مشترکہ تجارت کہا جاتا ہے۔

مشروعیت کا حکم:

شرعی طور پر مشارکت اور شراکت قرآن کے ذریعہ ثابت ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ﴾ (النساء:۱۲) کہ یہ لوگ ایک تہائی میں شریک ہیں۔

دوسری آیت میں ہے: ﴿وَإِنَّ كَثِيراً مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ﴾ (ص:۲۴) کہ بہت سے شریک اور حصہ دار ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کیا اور یہ بہت کم ہیں۔ آیت کریمہ میں خلطاء سے مراد شرکاء ہیں۔

اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں بھی شراکت داری کا ذکر ہے۔ حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ "**كنت أنا و البراء شريكين**" کہ میں اور حضرت براءؓ ایک دوسرے کے شریک تھے اور شراکت سونے اور چاندی کی تجارت میں تھی۔ (صحیح بخاری۔ رقم:۲۴۹۷، کتاب الشرکۃ، باب الاشتراک فی الذہب والفضۃ، باب:۱۰)

اور حدیث قدسی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: "**ان الله تعالىٰ يقول: انا ثالث الشريكين مالم يخن أحدهما صاحبه فان خان احدهما صاحبه خرجت من بينهما**" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں دو حصہ داروں میں تیسرا ہوں جب تک ان میں سے ایک دوسرے کی خیانت نہ کرے، اگر کسی ایک نے دوسرے کی خیانت کردی تو میں ان دونوں کے بیچ سے نکل جاتا ہوں۔ (ابوداؤد: رقم: ۳۳۸۳، ورواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد ووافقہ الذہبی فی التلخیص، المستدرک:۲/۶۰، رقم:۲۳۲۲)

حکمت ومشروعیت:

اسلام کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں مشترکہ تجارت کی اجازت ہے، اگر یہ سچائی اور امانت داری پر قائم ہو تو برکت اور خیر اور مال میں عمدہ نفع کے حصول کا ذریعہ ہے بالخصوص اس کی ضرورت ان بڑے تجارتی وصنعتی امور میں پڑتی ہے جو ایک مزدور کی قدرت واستطاعت سے باہر ہوتے ہیں۔

مشارکت وشراکت داری ایسا تجارتی سودا ہے جو مسلمان اور غیر مسلم سب کے ساتھ جائز ہے۔ چنانچہ کافر کے ساتھ مشارکت جائز ہے بشرطیکہ کافر کا تجارت پر تسلط اور غلبہ نہ ہو اور وہ تن تنہا من

مالی تجارت نہ کرے کیونکہ خطرہ ہے کہ کہیں شراب اور سود یا دیگر حرام تجارت کے ذریعہ مسلمان کو دھوکے میں نہ مبتلا کردے۔

کمپنی اور گروپ کی شکل میں مشترکہ تجارت کے طریقے اور اس کی قسمیں

شرعی طور پر مشترکہ تجارت جائز ہے اور اس کا بھی وہی طریقہ ہے جو انفرادی تجارت کا ہے البتہ اشتراک کی وجہ سے دونوں کے باہمی رضامندی کے مطابق راس المال، عمل اور نفع میں شراکت قبول کی جائے گی۔ فقہاء نے من باب التسہیل اس کی کئی قسمیں کی ہیں لیکن نواب صدیق حسن خانؒ نے اپنی کتاب الروضۃ الندیہ: ۱۳۳/۲ میں ان صطلاحی تقسیمات کی سخت مخالفت کی ہے اور لکھا ہے کہ جس طرح کے شرائط فقہاء نے لگائے ہیں ان کا کوئی معنی نہیں ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں: "**والحاصل ان جميع هذه الانواع يكفى فى الدخول فيها مجرد التراضى وماكان منها من باب الوكالة او الاجارة فيكفى فيه مايكفى فيهما**" کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان تمام قسموں میں تجارت کے لئے صرف باہمی رضامندی کافی ہے اور اس میں جس کا تعلق وکالۃ یا اجارۃ سے ہو تو اس میں وہی شرائط کافی ہوں گے جو دونوں میں کافی ہیں۔

البتہ من باب الافہام والتفہیم ذیل میں فقہاء کی ان تقسیمات کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے:

۱) **شرکۃ الاملاک**: پراپرٹی میں مشارکت یعنی ایک سے زیادہ لوگ کسی غیر نقدی سامان کے بلا کسی عقد کے مالک ہوجائیں جیسے ہبہ کی ہوئی چیز، یا وصیت میں ملی ہوئی چیز، یا میراث میں منتقل شدہ شئی یا اس طرح کسی پراپرٹی یا زمین کی ملکیت یا کمپنی، کارخانے کی ملکیت یا گاڑیوں کی ملکیت۔ چنانچہ یہ تمام امور باہمی رضامندی کی بناء پر طے کئے جائیں گے البتہ مشارکت کی بنیاد پر کوئی بھی فریق بلا اپنے دوسرے فریق کی اجازت کے تنہا تصرف نہیں کرسکتا اور اگر تصرف کا حق ہوگا تو صرف اس کے حصہ میں ہوگا دوسرے کے حصے میں تصرف کے لئے اجازت ضروری ہے۔

۲) **شرکۃ عقود**: تجارتی شراکت یعنی بیع وشراء اور اجرت و کرایہ داری میں اس طور پر مشارکت کہ تصرف کا حق حاصل ہو، اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

۱- **شرکۃ العنان**: دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کے مابین بدنی اور مالی شراکت اس طور پر کہ راس المال کی نسبت سے ہی نفع اور نقصان کا حساب ہوگا، گویا کہ مال اور عمل دونوں کی طرف سے ہوگا اور نفع مال کی نسبت سے متعین ہوگا، اس لئے ضروری ہے کہ راس المال معلوم ہو۔

۲- **شرکۃ الأبدان**: دو یا دو سے زیادہ آدمی کسی کام کے کرنے جیسے سلائی، لکڑی کاٹنا، یا دیگر حرفت وصناعت کے کام میں شریک ہوں، اس شرط کے ساتھ کہ جو کچھ مزدوری ان لوگوں کو حاصل ہوگی وہ سب کے مابین حسب اتفاق تقسیم ہوگی۔

۳- **شرکۃ الوجوہ**: دو یا دو سے زیادہ آدمی اپنے کریڈٹ اور تعلقات کی بناء پر ادھار مال لے کر تجارت کریں اس شرط کے ساتھ کہ دونوں نفع میں شریک ہوں گے، اس صورت میں ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوگا اور ملکیت شرط کے مطابق ہوگی اور خسارہ ونقصان کی بھرپائی دونوں کی ملکیت کے اعتبار سے متعین ہوگی۔

۴- **شرکۃ المضاربۃ**: وہ یہ ہے کہ دو آدمیوں میں سے ایک دوسرے کو مال اس شرط پر دے کہ راس المال اس کا ہوگا اور عمل دوسرے کا ہوگا اور دونوں نفع ونقصان میں حسب اتفاق نصف، تہائی یا چوتھائی شریک ہوں گے اور اگر خسارہ ہوگیا تو نفع سے پورا کیا جائے اور اگر مال میں بلا کسی ظلم وزیادتی کے نقصان ہوگا تو عامل ذمہ دار نہ ہوگا۔

۵- **شرکۃ المفاوضۃ**: یہ سابقہ چاروں طریقوں کے

مجموعہ ہے اور وہ اس طرح کہ شریک میں سے ہر ایک اپنے دوسرے شریک کو ہر طرح سے مالی، بدنی، تصرف کا اختیار دیدے۔ چنانچہ منافع دونوں کے مابین حسب اتفاق ہوگا اور نقصان ہر ایک کے کمپنی میں حصہ داری کے مطابق لیا جائے گا، البتہ بعض ائمہ نے اس طریقے کو درست نہیں قرار دیا ہے۔

خلاصۂ کلام:

یہ ہے کہ العنان دونوں طرف سے مال اور عمل میں برابر مشارکت کا نام ہے اور مضاربت دونوں میں سے مال ایک کی طرف سے اور عمل دوسرے کی طرف سے اور ابدان دونوں کی طرف سے عمل میں مشارکت اور وجوہ دونوں کے اپنے اثر ورسوخ اور تعلقات سے کسی لین دین کرنے کا نام ہے۔

فائدہ:

مشترکہ تجارت کا فائدہ یہ ہے کہ کئی لوگ مل کر وسیع پیمانہ پر تجارت، صنعت وحرفت کا پیشہ انجام دے کر زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرسکتے ہیں جس کی بنا پر ناجائز کاروبار جیسے سود، ظلم، غصب وغیرہ سے ایک مسلمان اپنے کو محفوظ رکھ سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ مال بھی کما سکتا ہے۔

☆ اگر کوئی کمپنی کسی آدمی کا نام اور مقام استعمال کرنے کے عوض بلا کسی محنت، مال اور عمل کے عوض اسے کچھ فیصد نفع یا کمیشن دیتی ہے تو یہ دھوکا ہے اور اس میں جھوٹ ودغا ہے اس لئے شرعی طور پر ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

☆ حیوان کی مشترکہ تجارت خریدنے، بیچنے یا پالنے وغیرہ سب میں جائز ہے۔

شراکت داری کے سنہرے اسلامی اصول:

گزشتہ سطور سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مشترکہ تجارت جائز ہے اور زیادہ سے زیادہ نفع کے حصول کا ذریعہ اور مال کو فروغ دینے کا سبب ہے۔ ذیل میں ہم ان اسلامی اصولوں کو ذکر کررہے ہیں جن کی باہمی شراکت داری میں ضرورت ہے۔

۱- شراکت داری مسلمانوں کے مابین ہوتو زیادہ بہتر ہے اور اگر کافر کے ساتھ ہوتو معاملات پر مسلمان کا غلبہ اور تصرف ضروری ہے یا کم از کم کافر کی تجارتی نوعیت واضح اور معلوم ہوتا کہ غلط امور جیسے شراب، خنزیر وغیرہ کی فروخت سے مسلمان کو منافع میں شریک نہ بنادے۔

۲- امانتداری: کامیاب تاجر کے لئے ضروری ہے وہ اپنے شریک اور ساجھی دار کے لئے امانت دار ہو اس کے رأس المال کا محافظ، نفع کا ضامن اور عمل میں امین ہو۔

۳- سچائی اور صداقت: سچائی مال میں برکت کا ذریعہ ہے جھوٹ اور اس کی جملہ قسمیں بے برکتی کا باعث ہیں اس لئے اپنے شریک کے لئے بھی سچا ہو جھوٹ بول کر اسے نقصان نہ پہنچائے۔

۴- باہمی رضامندی اور اتفاق: دونوں کے مابین راس المال، عمل اور محنت، نفع ونقصان کے تعلق سے واضح اتفاق اور رضامندی موجود ہو۔

۵- حرام تجارت اور اس کے وسائل وذرائع سے پرہیز تاکہ مشترکہ مال میں حرام نفع شامل نہ ہو۔

۶- دونوں فریق کسی دوسرے کو نقصان پہنچانے سے احتراز کریں بسا اوقات مشترکہ تجارت عذاب اور فتنوں کا سبب بن جاتی ہے۔

۷- راس المال متعین ہو۔

۸- منافع متعین ہو۔

۹- خسارہ مال میں حصہ داری کے مقابل طے ہوگا۔

[تفصیل کے لئے دیکھئے: فقہ السنہ رسید سابق ۳/۲۸۷، ۲۹۴، مختصر الفقہ الاسلامی رتویجری: ص ۷۳۲-۷۳۴، فقہ الحدیث رعمران لاہوری، ۲/۳۲۷-۳۴۰، فتاویٰ ابن بازؒ: ۱۹/۱۹۱-۳۲۸، الروضۃ الندیۃ، نواب صدیق حسن خان: ۲/۱۳۳]

☆☆☆

پاسبانِ توحید وسنت امام کعبہ
شیخ محمد بن عبداللہ السبیل رحمہ اللہ
حیات وخدمات

● عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

عالم اسلام کی قابل اعتبار علمی شخصیت، سعودی کبار علماء کمیٹی کے رکن رکین اور کعبہ مقدسہ کے مشہور ومعروف امام اور مصلیان حرم کے ہردلعزیز خطیب شیخ محمد بن عبداللہ السبیل رحمہ اللہ مسلسل ۴۴ر سالوں تک کعبہ میں امامت وخطابت کے بعد ایک طویل علالت کی وجہ سے عمر کی ۸۸ر بہاریں دیکھ کر ۱۷ر دسمبر ۲۰۱۲ء مطابق ۳ر صفر ۱۴۳۴ھ بروز سوموار بوقت عصر اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ محترم اپنی آواز، اپنے لب ولہجہ، عالم اسلام کی فکرمندی اور پوری دنیا میں ختم نبوت مومنٹ اور اس کے علاوہ دین کی دعوت اور توحید وسلفیت کی اشاعت میں سرگرم عمل تنظیموں اور جماعتوں کی سرپرستی کے لئے جانے اور پہچانے جاتے تھے پوری دنیا میں آپ نے کتاب وسنت کی بالادستی کے لئے سو سے زیادہ دعوتی اسفار اور دورے کئے اور اپنے بیش قیمت تجربات اور علمی بصیرت سے علماء وعوام کو روشناس کیا، مشیت ربانی کے مطابق علم وعمل اور فضل وآگہی کا یہ آفتاب گہربار عالم اسلام اور عرب وعجم میں ہزاروں سوگواروں کو چھوڑ کر راہی ملک بقا ہو چلا۔

ذیل کے سطور انتہائی عجلت میں ترتیب دیئے گئے ہیں اور امید کہ قارئین کرام کو شیخ کی زندگی کے سنہرے اوراق اور آپ کی خدمات وکاوشوں کے سلسلے میں سطور ذیل سے رہنمائی حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ امام کعبہ پر اپنی رحمتوں کا ابر بہاراں برسائے۔ آمین۔

نام ونسب:

محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز آل عثمان ''السبیل''۔

آل عثمان کا تعلق عرب کے مشہور ومعروف علاقہ ''نجد'' میں قبیلہ بنی زید سے تھا اور قبیلہ بنی زید کا تعلق قضاعہ سے ہوتے ہوئے عرب کے مشہور خاندان قبیلہ قحطان تک پہنچتا ہے، قبیلہ قحطان عرب میں بڑا عالی اور شریف ومعتبر خاندان مانا جاتا ہے۔ اور ''السبیل'' آپ کے والد کا مشہور لقب تھا جو بعد میں آپ کی اولاد میں جاری ہوگیا۔

پیدائش اور تعلیم وتربیت:

آپ کی پیدائش ۱۹۲۴ء مطابق ۱۳۴۵ھ میں سعودی عرب کے معروف منطقۂ القصیم کے شہر ''بکیریۃ'' میں ہوئی اور یہیں پر ایک معتبر علمی گھرانہ ''السبیل'' میں آپ پروان چڑھے اور اپنے والد کے زیر سایہ عمدہ تعلیم وتربیت کا فیض اٹھانے لگے۔

حفظ قرآن مجید:

گھر کا ماحول علمی تھا اور نجد کا یہ علاقہ بڑا ہی متدین اور دین پرست مانا جاتا تھا۔ چنانچہ شیخ محمد السبیل نے سب سے پہلے قرآن سیکھنے اور حفظ کرنے کی ابتداء کی اور آہستہ آہستہ اپنے والد محترم سے قرآن کی تعلیم پانے لگے اور پھر والد محترم کی محنتوں کے ساتھ شیخ عبدالرحمٰن الکریدلیس کے پاس بھی حفظ قرآن کے لئے جانے لگے بالآخر کے ہاتھوں پر چودہ سال کی عمر میں آپ نے حفظ قرآن مکمل کرلیا اور بعد میں مکہ مکرمہ میں لبنان کے دونوں مشہور سلفی قاری شیخ سعدی یاسین سے قرأت قرآن اور تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ شیخ سعدی یاسین نے آپ کو قراءت قرآن میں سند اجازت دی، شیخ سعدی لبنان کے مشہور سلفی عالم تھے اور رابطہ عالم اسلامی کے تاسیسی ممبر اور رکن تھے۔

دینی تعلیم کا حصول:

نجد کے روایتی طریقے کے مطابق دینی تعلیم مساجد میں حاصل کی جاتی تھی، مختلف مساجد میں مختلف علماء کی علمی مجالس منعقد ہوتی اور طلباء اپنے ذوق کے اعتبار سے مختلف فنون کو حاصل کرنے کیلئے ان مسجدوں کا رخ کرتے تھے، شیخ السبیلؒ نے بھی اسی روایتی طریقہ کے مطابق بکیریہ کی مسجد میں علمی حلقات میں شرکت کرنے اور مختلف اساتذہ ومدرسین سے علم حاصل کرنے لگے چنانچہ آپ نے یہاں پر نحو، صرف، عقیدہ، تفسیر اور حدیث کی کتابیں پڑھیں اور ان تمام میں مہارت تامہ حاصل کرلی آپ کے اساتذہ میں درج ذیل کا نام مشہور ومعروف ہے۔

(۱) شیخ محمد بن مقبل قاضی بکیریہ

(۲) شیخ عبدالعزیز السبیل جو آپ کے بھائی تھے اور اس وقت بکیریہ کے قاضی بھی تھے اور بعد میں حرم مکی میں بھی تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

(۳) شیخ عبداللہ بن محمد بن حمید چیف جسٹس القصیم، آپ بریدہ رہتے تھے اور عرب میں آپ کی بڑی علمی شہرت تھی، شیخ السبیلؒ کو بھی رب العالمین نے آپ سے بریدہ جاکر تعلیم حاصل کرنے کی سعادت عطا کی۔

(۴) شیخ عبدالحق الہاشمی جو اس وقت مکہ مکرمہ میں ایک معتمد محدث مانے جاتے تھے آپ نے ان سے علم حدیث حاصل کیا۔

(۵) شیخ ابوسعید عبداللہ الہندی مکہ مکرمہ میں آپ کا حلقہ حدیث بہت مشہور تھا شیخ السبیل نے آپ کے سامنے زانوے تلمذتہ کیا اور فن حدیث وروایت حدیث میں آپ سے سند اجازت حاصل کی۔

میدان عمل میں:

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ۱۳۶۷ھ میں آپ میدان عمل میں اتر گئے اور تقریباً ۱۸ رسالوں تک وزارۃ المعارف کے تابع مختلف مدارس ومعاہد میں تعلیم وتدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے جس کا خاکہ درج ذیل ہے۔

(۱) ۱۳۶۷ھ میں بکیریہ کے ابتدائی مدرسہ میں مدرس منتخب کئے گئے اور یہاں تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

(۲) ۱۳۷۳ھ میں شہر بریدہ القصیم میں المعھد العلمی کے مدرس منتخب ہوئے اور اس طرح بارہ سالوں تک حدیث، تفسیر، عقیدہ اور دیگر فنون کی تعلیم دیتے رہے۔

دامن حرم میں:

رب العزت کے فضل وتوفیق سے اٹھارہ سالوں کے طویل تعلیمی وتدریسی تجربہ کے بعد وہ ساعت مسعود آ گئی جو آپ کو معمار کعبہ ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ حرم مکی تک کھینچ لائی اور اس طرح ۱۳۸۵ھ میں شاہی فرمان کے مطابق آپ کو حرم مکی کا امام وخطیب مقرر کردیا گیا اور جب سے آپ کعبہ مقدسہ میں قدم رنجہ ہوئے حرم کی محبت، چاشنی، لذت اور اس کی عظمتوں نے آپ کو اپنے سینے سے لگائے رکھا اور دلوں میں بٹھائے رکھا۔ آپ کی علمی، انتظامی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے حرم مکی اور کعبہ کی دینی وتعلیمی ترقی کیلئے مزید ذمہ داریاں بھی دی گئیں جو درج ذیل ہیں:

۱) ۱۳۸۵ھ میں امام وخطیب کے ساتھ مسجد حرام کی تعلیمی کمیٹی کے آپ صدر منتخب کئے گئے۔

۲) ۱۳۹۰ھ میں مسجد حرام کے مذہبی کمیٹی کے آپ نائب صدر کے عہدے پر فائز ہوئے۔

۳) ۱۳۹۳ھ میں جب مسجد حرم مکہ کے ساتھ مسجد نبوی کی ذمہ داریاں بھی جوڑ دی گئیں اور حرمین شریفین کے لئے مشترکہ کمیٹی بنائی گئی تو بھی آپ کو اس کا نائب صدر باقی رکھا گیا اور برسوں یہ خدمت آپ انجام دیتے رہے۔

۴) ۱۴۱۱ھ سے ۱۴۲۱ھ تک آپ کو مذکورہ شئون الحرمین کمیٹی کا رئیس اور صدر بنادیا گیا اور مسلسل دس سالوں تک آپ حرمین کی تعمیر وترقی اور مذہبی وتعلیمی امور کی نگہبانی کرتے رہے۔

۵) ۱۴۲۹ھ:۱۳۸۵ھ سے مسلسل ۴۴ برسوں تک آپ حرم مکی اور کعبہ مقدسہ میں امامت وخطابت کا فریضہ انجام دیتے رہے اور جب عمر رفتہ نے ساتھ چھوڑنا شروع کیا تو ۱۴۲۹ھ میں آپ نے بیماری اور بڑھاپے کی وجہ سے خود ہی ریٹائرمنٹ لے لیا۔

دیگر عہدے اور مناصب:

قدرت نے آپ کو علم غزیر، ملکہ راسخہ اور قوت حافظہ عطا کیا تھا جس کی وجہ سے عالم عرب وعجم میں آپ قبولیت واحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، آپ کے علمی مقام ومرتبے، اصابت فکر، صلابت رائے، قوت اجتہاد اور وسیع تر خدمات وتجربات کی وجہ سے ۱۴۱۳ھ میں سعودی حکومت نے کبار علماء کمیٹی کا رکن منتخب کرلیا اور اس طرح رابطۂ عالم اسلامی کی فقہ اکیڈمی کے بھی آپ ممبر بنادیئے گئے جس کی تاریخی تفصیلات ذیل ہیں۔

۱) ۱۴۱۳ھ سے ۱۴۲۷ھ تک آپ سعودی کبار علماء کمیٹی کے رکن رکین اور ایک معتبر ومعتمد ممبر رہے اور تقریباً چودہ سالوں تک اپنے علم وفضل اور تجربات ومشاہدات کا فیض بہم پہنچاتے رہے۔

۲) ۱۳۹۷ھ سے ۱۴۳۲ھ تک آپ رابطہ عالم اسلامی کی فقہ اکیڈمی کے مسلسل ۳۵ سالوں تک ممبر رہے اور فقہ اکیڈمی کی دینی وتحقیقی نیز پیش آمدہ مسائل کے لئے منعقدہ مجالس میں اپنی اجتہادی قوت اور علمی بصیرت کا مظاہرہ کرتے رہے اور اسطرح آپ کے اجتہادات وتجربات، تحریرات ومقالات سے ایک عالم فائدہ اٹھاتی رہی۔

تلامذہ وشاگردان:

یوں تو آپ کے شاگردوں اور مستفیدین کی تعداد بے شمار ہے جن میں اہم علمی شخصیات بھی شامل ہیں، حرم میں جانے والا اور وہاں زیارت کے لئے حاضری دینے والا کوئی ایسا فرد نہ ہوگا جس نے شیخ السبیل رحمہ اللہ سے ان کے اوقات عمل میں فائدہ نہ اٹھایا ہو تاہم آپ کے شاگردوں میں دو شخصیتوں کا نام قابل ذکر ہے جو عالم عرب وعجم میں آج بھی توحید وسنت کی دعوت اور اس کی نشر واشاعت میں اپنے علمی، دعوتی اور تصنیفی جہود کے لئے مشہور ومعروف ہیں۔

۱) سعودی عرب کے مشہور ومعروف بین الاقوامی سلفی محقق شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ جن کے علمی دروس اور تحقیقی مقالات ومحاضرات کا ایک طویل سلسلہ ہے جو برسوں سے جاری وساری ہے اللہ تعالیٰ اسے تادیر باقی رکھے۔

۲) یمن کے مشہور ومعروف محدث شیخ مقبل بن ھادی الوادعی رحفظہ اللہ جو کہ شیخ السبیل سے استفادہ کرنے کے بعد برسوں سے یمن کی سرزمین پر دعوت سلفیت اور علم حدیث کے فروغ میں ایک نمایاں مقام حاصل کر چکے ہیں۔ الحمد للہ آپ کے شاگردوں کا ایک وسیع حلقہ ہے جو پوری دنیا میں موجود ہے۔

دعوتی اسفار:

حرم مکی کی امامت وخطابت اور درس وتدریس نیز اہم کلیدی مناصب اور عالمی اداروں میں عضویت ورکنیت جیسے اہم ترین مشغولیات کے باوجود دعوت توحید وسنت کو دنیا کے مختلف گوشوں تک پہنچانے اور عام کرنے کے لئے ایشیا، افریقہ اور یورپ کے پچاس ملکوں میں کم وبیش آپ نے ۱۰۰ سے زیادہ علمی ودعوتی اسفار اور دورے کئے ہیں، دنیا کے کونے کونے میں منعقد ہونے والی بین الاقوامی کانفرنسوں میں آپ کی آواز بڑے انہماک اور جذبہ سے سنی جاتی تھی انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ سمیت دین کی اشاعت اور توحید وسنت کے لئے سرگرم تنظیموں اور جماعتوں کی آپ نے ہمیشہ سرپرستی کی اور عالم اسلام میں سلگتے ہوئے موضوعات پر آپ نے ملت اسلامیہ کی بھرپور رہنمائی کی۔

جامعہ سلفیہ بنارس، ندوۃ العلماء لکھنؤ، اور ملک کی علمی وتاریخی شخصیت مولانا عبدالحمید رحمانی رحفظہ اللہ وغیرہم کی دعوت پر آپ کئی بار ہندوستان کے دورے پر بھی تشریف لا چکے ہیں اور اپنے وسیع تجربات، علمی ودعوتی بصیرت سے یہاں کے علماء وعوام کو متعدد کانفرنسوں وجلسوں میں فیض اٹھانے کا موقع مل چکا ہے۔ الحمد للہ راقم کو بھی متعدد بار آپ سے ملاقات اور خدمت کرنے کا شرف حاصل رہا ہے۔

تالیفات وتصنیفات:

کعبہ مقدسہ میں امامت وخطابت کے ساتھ مختلف اہم اور سلگتے موضوعات پر آپ کے اشہب قلم سے متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ مختلف فنون کے ساتھ آپ کو شعر وشاعری سے خصوصی دلچسپی تھی آپ کا عربی زبان میں دیوان شعر بھی زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ ذیل میں چند قلمی کاوشوں کے نام درج ہیں:

۱) "من منبر المسجد الحرام" عربی زبان میں یہ آپ کے خانہ کعبہ میں دوران عمل دیئے گئے خطبات کا مجموعہ اور دیوان ہے جو مطبوع اور متداول ہے۔

۲) ''خطبات حرم'' مذکورہ عربی کتاب کا اردو ترجمہ ہے جسے ہمارے استاذ محترم شیخ ابوالمکرم عبدالجلیل سلفی رحمہ اللہ نے کیا تھا، الحمدللہ جامعہ سلفیہ بنارس نے اس کی عمدہ اور شاندار اشاعت کر کے اسے برسوں پہلے ہندوستان میں مفت تقسیم کیا ہے۔

۳) رسالة فی حق الراعی والرعية.

۴) رسالة فی حکم الاستعانة بغير المسلمين فی الجهاد.

۵) رسالة فی حد السرقة.

۶) دعوة المصطفیٰ ﷺ.

۷) من هدی المصطفی ﷺ. (یہ دروس حدیث کا مجموعہ ہے)

۸) الخط المشير الی الحجر الاسود ومدی مشروعيته.

۹) حکم التجنس بجنسية دولة غير اسلامية.

۱۰) فتاویٰ ورسائل مختارة.

۱۱) ديوان الشعر.

☆ سعودی ریڈیو پر ''نور علی الادب'' کے عنوان سے آپ کے پروگرام اور فتاوے برابر نشر ہوتے تھے۔

اولاد واحفاد:

آپ کی تین بیویاں تھیں تاہم اولاد کی بالضبط تعداد ابھی معلوم نہ ہو سکی ہے تاہم آپ کی اولاد میں بعض ایسی علمی وہمہ گیر شخصیات بھی اللہ نے پیدا کیں جو باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سعودی عرب اور عالم اسلام میں عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱) ڈاکٹر عمر السبیل:

آپ کے لائق وہونہار فرزند تھے اور قدرت نے والد ہی کی طرح آواز میں جاذبیت عطا کی تھی۔ الحمدللہ آپ کے ساتھ ہی آپ کے لائق فرزند شیخ دکتور عمر السبیل کو خانہ کعبہ میں امامت کا حسین موقع ملا اور برسوں آپ نے امامت کے اس خدمت جلیلہ کو انجام دیا لیکن زندگی وفا نہ کر سکی اور والد محترم سے پہلے ہی ایک کار حادثہ کا شکار ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۲) ڈاکٹر عبدالعزیز السبیل:

آپ کے ہونہار فرزندوں میں دکتور عبدالعزیز کا شمار ہوتا ہے بروقت سعودی ایجوکیشن منسٹری میں وزیر تعلیم کے مشیر خاص کے اہم ترین عہدے پر فائز ہیں۔

۳) ڈاکٹر عبدالملک السبیل:

آپ جامعہ ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں سینئر پروفیسر ہیں اور برسوں سے تعلیم وتدریس اور ریسرچ وتحقیق کے میدان سے جڑے ہوئے ہیں۔

۴) استاذ عبداللہ السبیل:

پہلے آپ سعودی میونسپل کارپوریشن میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے اور فی الوقت عرب شہری ڈیولپمنٹ اتھارٹی کویت کے تابع المعہد العربی میں نائب مدیر کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ شیخ کے کئی بیٹے اور بیٹیاں ہیں اللہ تعالیٰ تمام کو صبر وثبات اور حوصلہ عطا فرمائے آمین

مہدیٔ موعود کا جہیمانی فتنہ اور شیخ کی سلامتی:

۱۴۰۰ھ میں جہیمانی نام کے ایک گمراہ آدمی نے مہدی موعود کا نعرہ دے کر مختلف لوگوں کو اپنے فتنہ کا شکار بنا دیا اور ایک پوری مسلح ٹیم تیار کر لی جس کے نتیجہ میں اچانک ان گمراہوں نے پورے منظم پلاننگ کے تحت فجر کی نماز میں حرم میں مہدی موعود کا اعلان کر دیا اور ایک بڑا فتنہ کھڑا کر کے پورے حرم اور اس کے مصلیان کو یرغمال بنا لیا شیخ السبیل رحمہ اللہ اس وقت فجر کی نماز میں امامت کر رہے تھے رب العالمین نے آپ کو ان کے ارادہ قتل اور اغواء کے فتنہ سے بال بال بچا لیا اور پھر آپ کی فراست اور حکومتی اثر ورسوخ کی بنیاد پر فوری طور پر سعودی حکومت نے ان گمراہوں کے خلاف کاروائی شروع کر دی بالآخر ان کے فتنے سے حرم اور مصلیان حرم کو نجات حاصل ہوئی۔

وفات وتدفین:

مسلسل ۴۴ سالوں تک حرم مکی کی بے لوث امامت، اپنے مخصوص لب ولہجہ میں قرآن مجید کی تلاوت اور شؤن الحرمین کی نگہبانی، ریاست وقیادت کے بعد بالآخر ۱۴۲۹ھ میں بیماری اور بڑھاپے کے مدنظر آپ نے خود ہی حکومت سے رضا کارانہ طور پر ریٹائرمنٹ لے لیا۔ اور گھر میں آرام کرنے لگے مگر رفتہ رفتہ بیماری نے آپ کی زندگی میں بسیرا ڈال دیا، برسوں دوا علاج کے بعد آپ صاحب فراش ہو گئے۔ بالآخر طویل علالت کے بعد کومہ میں چلے گئے اور عمر کی ۸۸/ بہاریں دیکھ کر ۱۷/ دسمبر ۲۰۱۲ء مطابق ۳/ صفر ۱۴۳۴ھ بروز سوموار بوقت عصر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

سعودی حکومت کے شاہی فرمان کے مطابق آپ کو دوسرے دن ۱۸/ دسمبر ۲۰۱۲ء مطابق ۴/ صفر ۱۴۳۴ھ عصر کی نماز کے بعد مکہ مکرمہ کے "مقبرۃ العدل" نامی قبرستان میں ہزاروں پرنم آنکھوں کی موجودگی میں سپرد خاک کیا گیا۔ جنازہ میں شاہی گھرانے کے امراء، حکومتی وسرکاری اہلکاروں، ائمہ حرمین، علماء ودعاۃ اور آپ کے وابستگان ومصلیان حرم پر مشتمل ہزاروں کی جم غفیر شریک تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین

دراصل شیخ سبیل رحمہ اللہ نے اپنی علم وبصیرت اور اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے خانہ کعبہ کی امامت وخطابت کو ایک عالمی اعتبار عطا کیا اور مسجد حرام کے ائمہ کی صدائیں اور منبر کعبہ سے علماء حرم کی تقریریں پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ بن گئیں، عالم اسلام، عرب وعجم کے مسلمان ائمہ حرم پر اعتماد کرتے ہوئے ان ہدایات اور ارشادات کو اپنی زندگیوں کے لئے نشان راہ سمجھنے لگے اور الحمد للہ یہ معتبریت اور مرجعیت آج بھی باقی ہے۔

مشیت ربانی کے مطابق علم وفضل کا یہ آفتاب گھر بار اور حرم ابراہیمی میں توحید وسنت کا یہ پاسبان بالآخر ایک دن ہم سے جدا ہو چلا۔ رب العالمین سے دعا ہے کہ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کی اولاد واحفاد اور تمام وابستگان عالم کو صبر وثبات عطا کرے۔ آمین تقبل اللہ یا رب العالمین

وفیات

مشہور یونانی معالج، جماعتی طبی وسماجی شخصیت

پروفیسر ڈاکٹر عبدالمبین خان کی اہلیہ جوار رحمت میں

مشہور یونانی معالج، بے لوث جماعتی طبی وسماجی شخصیت پروفیسر ڈاکٹر عبدالمبین خان ساکن کرلا ممبئی (آبائی وطن ملکیہا، بڑھنی بازار سدھارتھ نگر) کی اہلیہ نورالنساء کا ۲۴/نومبر ۲۰۱۲ء بروز سنیچر ۶۵/سال کی عمر میں اچانک انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ پر اچانک دو دنوں قبل دل کا دورہ پڑا، اہل خانہ نے فوراً ہی علاج ومعالجہ کیلئے دل کے مشہور ومعروف عالمی ہاسپٹل ایشین ہارٹ، باندرہ کرلا کمپلیکس میں ایڈمیٹ کردیا، طبیعت بے حد نازک ہوچکی تھی، معالجین کی ایک معتمد ٹیم نے فوراً ہی دل کا آپریشن کیا، الحمدللہ آپریشن بے حد کامیاب تھا لیکن دوسرے دن مشیت الٰہی اور قضا وقدر آن پہنچی اور اچانک رات میں طبیعت واپس بگڑ گئی، ڈاکٹروں نے انتھک کوشش کی مگر قضا وقدر کے سامنے سب کو مجبور ہونا پڑا، بالآخر سنیچر کی صبح ۴/بجے مرحومہ اللہ کو پیاری ہوگئیں اور ایک اجڑا چمن چھوڑ کر راہی ملک بقا ہو چلیں۔

مرحومہ دراصل بے حد خلیق، خوش اخلاق، اہل خانہ، رشتہ دار، گاؤں اور گھر میں بیحد مقبول اور قابل اعتماد متدین خاتون تھیں، صوم وصلوٰۃ، تلاوت وتسبیحات کی پابندی کے ساتھ ہمیشہ ناگہانی اوقات میں اعزاء واقرباء کی ہر طرح سے دیکھ ریکھ اور امداد کے لئے حاضر رہتیں، ممبئی سے جب گاؤں پہنچتیں تو خاندان کی عورتیں ان کے اخلاق، مروت، شرافت، دین داری، انسانیت واپنائیت کی وجہ سے ہمیشہ ملاقات کی منتظر رہتیں، مرحومہ بھی سب کی ضیافت وخدمت کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھتیں، اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر جزیل اور بھرپور بدلہ عطا فرمائے گا۔ آمین

ابتداء ہی سے ڈاکٹر عبدالمبین صاحب کی عقد زوجیت میں آنے کے بعد ہمیشہ تعلیم وترقی کے میدان میں ان کا حوصلہ بڑھاتی رہیں اور اسی طرح اولاد کی نعمت ملنے کے بعد بچے بچیوں کی تعلیم وتربیت میں انتھک محنتیں کرتی رہیں بالآخر رب العالمین کے فضل وتوفیق سے مرحومہ کی پوری فیملی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم میں ترقی کے منازل پر گامزن ہوگئی اور آج تقریباً سبھی بچے بچیاں پیشۂ طب سے وابستہ میدان عمل میں بہترین خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مرحومہ نے اپنے پیچھے چار بچیاں اور تین بیٹے چھوڑی ہیں، نماز جنازہ جری مری قبرستان میں امیر جماعت مولانا عبدالسلام سلفی نے پڑھائی، علماء، اعیان جماعت، ارباب مدارس کے علاوہ جماعتی وغیر جماعتی احباب کی ایک بڑی تعداد شریک جنازہ رہی۔

فطری تقاضوں کے مطابق ایسے موقع پر ڈاکٹر صاحب اور ان کی اولاد واحفاد کا غم سے نڈھال ہونا طبعی ہے۔ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس موقع پر ڈاکٹر صاحب اور ان کی پوری فیملی کو صبر وسکون عطا فرمائے۔ مرحومہ کے گناہوں کی مغفرت فرمائے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین

غمزدہ: عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی، کاندیولی

صوبائی جمعیت کے امیر محترم اور جملہ اراکین واعیان ڈاکٹر صاحب کے غم میں برابر شریک ہیں اور رب العزت سے دعا گو ہیں کہ انہیں صبر وثبات عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت میں کروٹ کروٹ جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

[۲]

گوشۂ طب

ایڈس: تاریخ، اسباب وعلامات

● پروفیسر ڈاکٹر عبدالمبین خان

سبب محرک Causative Organism

(Human Immuno Defieincy Virus(HIV virus) یہ جرثومہ خاص طور سے جسم کے مناعتی نظام اور دماغی نظام پراثر انداز ہوتا ہے۔ یہ ایک مہلک مرض ہے نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ سماجی طور سے بھی۔

سبب معاون Predisposing Causes

☆ متعدی خون کے انتقال کے ذریعہ (Contanminiated blood transfusion)

☆ متعدی سوئی یا پچکاری یا استرے کے ذریعہ (Contanminiated syring and blades)

☆ متاثرہ ماں سے بچے یا شوہر (Though infected mother)

☆ متاثرہ شوہر سے بیوی (Through infected husband to his wife)

☆ ہم جنسیت (Homosexuality)

☆ جانوروں سے مجامعت (Ratrosexuality)

☆ فحبہ گر خواتین کے ذریعے عوام (Sex with prostitute)

نوٹ: مشاہدات کے ذریعہ یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ یہ مرض زیادہ تر انہیں لوگوں میں پایا جاتا ہے جو قانون قدرت اور حفظان صحت کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس مہلک مرض کے شکار چار قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور اس مرض کے پھیلنے کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

۱-اس کے وائرس زیادہ تر جنسی تعلقات کے ذریعہ پھیلتے ہیں جب کہ جنسی عمل غلط طریقوں سے انجام پائے، یعنی ہم جنس تعلقات جس میں معاء مستقیم Analregion کے ذریعہ مباشرت کے فعل کو انجام دیا جائے یا ایسی عورتوں کے ساتھ مباشرت کی جائے جن میں اس بیماری کے وائرس موجود ہوں۔

۲-مریض کو خون دینا جبکہ خون دینے والا ایڈس کے وائرس کا شکار ہو۔

۳-مشیمہ کے ذریعہ چونکہ جنین Foetus رحم ماں کے خون میں پرورش پاتا ہے اگر ماں ایڈس کی مریضہ ہے تو وائرس جنین میں سرایت کر جاتے ہیں اور ایڈس معصوم بچہ کو مل جاتا ہے، اس طرح ماں کے برے کردار کا خمیازہ بے گناہ بچہ کو بھگتنا پڑتا ہے۔

۴-اگر ماں ایام رضاعت (بچہ کو دودھ پلانے کے دنوں) میں ایڈس کی مریضہ ہوجائے تو شیر خوار بچہ کو بھی ایڈس میں مبتلا کر دیتی ہے۔

۵-مریض کے رال کے ذریعہ بھی یہ مرض ایک دوسرے میں منتقل ہوتا ہے۔

۶-مریض کے آنسوؤں میں ایڈس کے وائرس موجود ہوتے ہیں، اس لئے مریض کے آنسو بھی اس مرض کو پھیلانے میں معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

واضح رہے کہ ایڈس کے وائرس ایک گھر میں رہنے، ایک غسل خانہ کا استعمال، ایک دوسرے کو چھونے، بس، ریل یا ہوائی جہاز میں ایک ساتھ بیٹھنے یا سفر کرنے سے اور ایک جگہ سونے سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے پھیلانے میں لواطت، طوائفیں اور ہوٹل اہم رول ادا کر رہے ہیں، ہوٹل میں صفائی کی غیر موجودگی کی بناء پر لعاب دہن اس مرض کو پھیلانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں، ایڈس نشہ آور ادویہ کا بے دریغ استعمال کرنے والوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے کیونکہ ایسے لوگوں میں بھی امراض کے خلاف قوت مدافعت ختم ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ ان لوگوں کو جن میں کسی مرض یا حادثہ کی صورت میں خون کے بہنے یا انجماد پذیری کی صلاحیت خاندانی طور پر ختم ہوجاتی ہے، جس کو ہیموفیلیا Heamophilii کہا جاتا ہے۔ یہ مرض چند خاندانوں میں اکثر ان کی نرینہ اولاد میں پایا جاتا ہے، ایسے افراد پر بھی مرض ایڈس کا حملہ بہ آسانی ہوسکتا ہے۔

ایڈس کی علامات Symptoms of AIDS

اس مرض کی مندرجہ ذیل علامتیں سامنے آتی ہیں:

۱-جسم بالکل لاغر ہوجاتا ہے، وزن تیزی سے گھٹتا ہے، جس کی وجہ غیر موجود ہوتی ہے۔

۲-بھوک زائل ہوجاتی ہے یا ختم ہوجاتی ہے۔

۳-ٹی بی کے مشابہ ہلکا بخار رہتا ہے لیکن اس کا وقت تپ دق کے برخلاف صبح کا ہوتا ہے اور اس میں پسینہ بھی خارج ہوتا ہے۔

۴-چند ہفتوں کے بعد صبح کو کمزوری اور تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے، جو بے سبب اور بے بنیاد ہوتی ہے۔

۵-متلی اور قئے ہوتی ہے، شدید اسہال ہوتا ہے جو ایک ماہ سے زیادہ قائم رہتا ہے، خون کے پاخانے بھی آسکتے ہیں۔

۶-سر میں درد ہوتا ہے، جو سر کے پچھلے حصہ میں ہوتا ہے اور آنکھ سے دھندلا نظر آتا ہے۔

۷-مقعد اور فرج کے مقام پر خارش ہوتی ہے اور سفید دھبے نظر آتے ہیں یا مقعد اور فرج سے رطوبت کا اخراج ہوتا ہے۔

۸-تمبا کو نوشی یا ٹھنڈک لگے بغیر مسلسل سوکھی کھانسی کا آنا، سینہ میں درد کا ہونا اور نفس میں تنگی کا ہونا جیسی علامتیں ملتی ہیں۔

۹-دماغی الجھن رونما ہوتی ہے اور سوچنے کی صلاحیت بالکل ختم ہوجاتی ہے۔

ایڈس کے مشکوک مریض میں جن باتوں کا جائزہ لینا چاہئے ان میں سب سے پہلے مریض کی عمر پر نظر کرنی چاہئے اکثر و بیشتر مریض ۲۰ سال سے ۳۵ سال کی عمر کے درمیان ملتے ہیں جن میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ درجہ حرارت بڑھا ہوا ہوتا ہے، نبض سریع ہوجاتی ہے جلد پر چھپٹے یا ابھرے ہوئے دھبے پائے جاتے ہیں، منہ اور گلے پر سفید داغ پائے جاتے ہیں اور ایسے ہی سفید دھبے شرمگاہ

پر موجود ہوتے ہیں جن پر خارش ہوتی ہے، شرمگاہ پر دونوں اطراف گلٹیاں Lymphhatie Glands ابھری ہوئی ہوتی ہیں، گردن اور گلے میں بھی اس طرح کی علامتیں موجود ہوتی ہیں جو زیادہ ترسخت اور بڑی ہوتی ہیں، گلٹیوں میں درد نہیں ہوتا وہ ادھر ادھر کھسکتی رہتی ہیں۔ایڈس کا مریض مرض سرطان ودق کا شکار ہو جاتا ہے۔

ماہیت مرض pathology

ایڈس کی ابتدائی صورت HIV یعنی Human Immuno Deficiency Virus ہے جو شخص اس سے متاثر ہوتا ہے اس کو HIV positive کہتے ہیں۔ صرف خون کے امتحان سے پتہ چل سکتا ہے کہ خون میں HIV ہے یا نہیں اگر کوئی شخص HIV Positive ہو تو ضروری نہیں کہ وہ ایڈس میں مبتلا ہے۔ یہ وائرس کوئی تین سے بارہ سال تک بے اثر رہتا ہے، اس عرصہ میں یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ وہ شخص کبھی بھی ایڈس میں مبتلا ہو جائے گا۔

ایڈس کی وجہ سے جسم کا Immune System ناکارہ ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے اس کا شکار شخص کسی بھی بیماری کے جراثیم سے متاثر ہو سکتا ہے۔ HIV عام طور ایک شخص سے دوسرے شخص میں جنسی عمل سے منتقل ہوتا ہے یا متاثرہ شخص کے خون سے انجکشن کی سوئی سے، جراحی آلہ سے، اگر یہ سوئی یا آلہ متاثرہ شخص کے لئے استعمال کیا گیا ہو اور پھر کسی ایسے شخص پر جو اس سے متاثر نہ ہو تو وائرس منتقل ہونے کا بڑی حد تک امکان رہتا ہے۔ متاثرہ عورت میں یہ وائرس پیدا ہونے والے بچے میں منتقل ہو سکتا ہے۔ اس وائرس کے منتقل ہونے کے بعد متاثرہ شخص کو فلو ہو سکتا ہے، بخار آسکتا ہے، جسمانی درد یا سر درد ہو سکتا ہے، ان میں سے کوئی یا یہ تمام علامات ظاہر ہو سکتی ہیں۔ یہ علامات کچھ دنوں بعد ختم ہو جاتی ہیں اور متاثر شخص بھلا چنگا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ وائرس تین سے بارہ سال تک بے اثر رہ سکتا ہے لیکن اس عرصہ میں یہ بھی اپنا عمل شروع کر سکتا ہے اور وہ شخص ایڈس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اس مرض میں مبتلا ہونے کے بعد متاثرہ شخص تھکن محسوس کرتا ہے، وزن میں کمی واقع ہوتی ہے، اسہال شروع ہو جاتے ہیں، مسلسل بخار رہتا ہے، مختلف مقام پر غدود پھول جاتے ہیں۔ HIV ہاتھ چھونے سے جسم چھونے سے، پر ہجوم جگہوں پر ایک دوسرے کے جسموں کے لگنے سے، ساتھ کھیلنے کودنے، کھانے پینے یا مچھروں کے کاٹنے سے ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل نہیں ہوگا۔ اس قسم کے اندیشے یا خوف کو دل سے نکال دینا چاہئے۔ یہ صرف خون کے ذریعہ یا جنسی عمل کی وجہ سے ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہوتا ہے، اس بناء پر اسے دوسرے متعدی امراض کی طرح نہیں سمجھنا چاہئے، خون کے عطیہ سے ایڈس نہیں لگ سکتا، لیکن اس بات کی احتیاط ضروری ہے کہ انجکشن کی سوئیاں اور دوسرے آلات جراثیم سے پاک ہوں، جراثیم کی بیماریاں مچھروں کے کاٹنے سے پھیلتی ہیں لیکن ایڈس کے تعلق سے اب تک ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے کہ یہ مچھروں کے کاٹنے سے پھیل سکتا ہے۔ یہ مرض چونکہ جنسی عمل سے منتقل ہوتا ہے، اس لئے پندرہ سے چالیس سال کی عمر میں اس کے لگنے کے زیادہ امکانات رہتے ہیں۔

چنانچہ جسم کے چھونے سے یہ مرض منتقل نہیں ہوتا اس لئے چومنے سے، پیار کرنے سے، یہ مرض نہیں ہوتا لیکن ہونٹوں کی زیادہ دیر پیوست رکھنے سے تھوک ایک دوسرے کے منہ میں منتقل ہو سکتا ہے اور اس کا وائرس تھوک میں موجود رہتا ہے گو اس کی تعداد بہت کم ہوتی

ہے پھر بعض وقت مسوڑھوں سے خون نکلتا ہے اور یہ ایک منہ سے دوسرے منہ میں منتقل ہوتا ہے، خون میں وائرس موجود ہوتا ہے، اسی بناء پر سیونگ ریز رس کے استعمال سے یہ بھی مرض ایک دوسرے شخص میں منتقل ہوتا ہے، یہ موروثی نہیں ہوتا ہے، خون کے سفید سیلس انسان کے جسم میں بیماریوں سے مقابلہ کرتے ہیں اور قوت مدافعت کو بنائے رکھتے ہیں۔HIV خون میں سفید سیلس کا دشمن ہوتا ہے۔سفید سیلس میں داخل ہونے کے بعد اس وائرس کی تعداد اتنی بڑھ جاتی ہے کہ خود سفید سیلس کی تعداد کم ہو جاتی ہے اور اس طرح انسان ایڈس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔متاثرہ شخص ٹی بی، اسہال کی بے قاعدگی، سر کے درد، کینسر یا کسی اور بھی مرض میں مبتلا ہو کر موت سے ہم آغوش ہو جاتا ہے کیوں کہ اس مرض کو دفع کرنے والی صلاحیت رکھنے والے CD4 Cells ختم ہو جاتے ہیں۔اس مرض سے فوت کسی کے جسم میں HIV ہے یا نہیں اس کا پتہ صرف ٹیسٹ سے چل سکتا ہے کسی اور طریقے سے نہیں۔اس مرض کا نہ کوئی علاج اب تک دریافت ہوا ہے اور نہ کوئی Vaccine۔ یہ وائرس اپنی ساخت کو بڑی آسانی سے تبدیل کر لیتا ہے۔اس لئے اب تک اسکے خلاف اس کو ختم کرنے والا کوئی vaccine نہیں تیار کیا جا سکا۔ یہ وائرس اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ جسم کے پورے خون کو تبدیل کرنے کے باوجود بھی جسم کے دوسرے حصوں جیسے جگر، دماغ، اور دوسرے اعضاء کے خلیوں میں موجود رہتا ہے چونکہ یہ مرض لا علاج ہے اس لئے صرف احتیاطی تدابیر کے ذریعہ ہی اس سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔اس سلسلے میں لوگوں میں عام شعور بیدار کرنا چاہئے۔اس غرض سے دنیا بھر میں یکم دسمبر کو ایڈس ڈے منایا جاتا ہے، ریلیاں نکالی جاتی ہیں، جلسے منعقد کئے جاتے ہیں، اخباروں اور الکٹرانک میڈیان کے ذریعہ عوامی شعور کو بیدار کیا جاتا ہے۔

تشخیص مرض:Investigation

خون کی جانچ:

1) Blood Examinotion

Low T helper cell count <0.3x10/lit.

2) Thrombocytopenia

3) Anaemia will be moderate

4) ESR

ii Reversal of T/t8 ratio<0.9

iii Screening for antobody against virus by Elisa & Western blot kit test

جاری..

آئینۂ جماعت

جماعتی سرگرمیاں

● دفتر صوبائی جمعیت

حقوق العباد کی ادائیگی کے بغیر ہمارے لئے صرف ایمانیات کافی نہیں (شیخ ظفرالحسن مدنی)

روہا رائے گڈھ کے منعقدہ اجلاس میں علماء کرام کے اہم خطابات

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا یک روزہ دعوتی وتربیتی ماہانہ اجتماع بتاریخ ۲ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار صبح ۱۰ر بجے تا نماز مغرب بمقام انجمن اسلام اردو ہائی اسکول گراؤنڈ روہا، رائے گڈھ زیر صدارت مولانا عبدالسلام سلفی منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن پاک کے ذریعہ اجتماع کا آغاز ہوا۔ مولانا سعید احمد بستوی نے افتتاحی کلمات پیش کئے اور تمام شرکاء اجلاس کا استقبال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی دعوتی کاز کو احسن طریقے سے انجام دینے کی ہر ممکنہ کوشش کرتی ہے اور دعوت وتبلیغ اس کے بنیادی اہداف میں شامل ہے۔ اجلاس کے پہلے خطیب مولانا عنایت اللہ مدنی تھے، آپ نے ''حیاء اور غیرت'' کے عنوان پر ایک جامع خطاب فرمایا۔ آپ کے بعد مہسلہ سے تشریف لائے ہوئے مولانا عبدالمعید مدنی نے ''عظمت صحابہؓ اور ہم'' اس عنوان پر خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا کہ عظمت صحابہؓ ایسا عنوان ہے جس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ نے قرآن میں ان کی خدمات کو سراہا ہے۔ ان سے محبت وعقیدت ہمارے ایمان وعقیدہ کا بنیادی جزء ہے۔ مولانا عبدالحکیم مدنی (استاد جامعہ رحمانیہ کاندیولی) نے سکرات موت اور اس کے بعد قبر کے مرحلوں پر نہایت مدلل اور موثر خطاب فرمایا۔ بعد نماز ظہر اجلاس کا دوسرا سیشن شروع ہوا جس میں پونہ سے تشریف لائے داعی وخطیب ابوزید ضمیر نے ''مقصد زندگی'' کے عنوان پر نصیحت آمیز خطاب فرمایا۔ آپ نے مقصد زندگی سے ہٹ کر دنیاداری کے برے انجام کو بھی واضح فرمایا۔ بعد نماز عصر آخری سیشن میں جماعت کے ایک مستند عالم دین اور اجتماع کے مہمان خطیب تبلیغ کے میدان کے سرگرم داعی مولانا ظفرالحسن مدنی نے ''حقوق العباد'' کے عنوان پر تفصیلی خطاب فرمایا۔ آپ کے خطاب سے اجتماع میں شریک چھوٹے بڑے مرد وخواتین سبھوں نے خوب نصیحت قبول کی۔ **فجزاه الله خيرا.**

آخر میں اجتماع کے صدر مولانا عبدالسلام سلفی نے تمام علماء، دعاۃ اور سامعین کا شکریہ ادا کیا اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمان آپسی اختلافی مسائل کتاب وسنت سے حل کریں۔ حق کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں اسی میں دینی ودنیاوی ترقی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں تعویذ گنڈے ودیگر شرکیہ رسوم آج بکثرت موجود ہیں۔ ان برائیوں سے مسلم سماج کو بچانے کی سخت ضرورت

ہے۔آپ نے جمعیت اہل حدیث رو ہا رائے گڈھ کے ذمہ داران کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا جن کے حسن تعاون سے یہ پروگرام کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔اجلاس میں تھانہ، بھیونڈی، ممبئی اور خطۂ کوکن کے جماعتی وغیر جماعتی احباب نے خاصی تعداد میں شرکت فرمائی۔ یہ پروگرام اقراء دی ٹروتھ کی ویب سائٹ www.iqrathetruth.com پر نشر بھی کیا گیا جس سے ہزاروں لوگ مستفید ہوئے۔اجتماع کے تینوں نشستوں کی مولانا مسرور عالم محمدی نے نظامت فرمائی۔

مھسلہ رائے گڈھ ومضافات :

دعوت وتبلیغ امت مسلمہ کی اہم ذمہ داری ہے اس ذمہ داری کی انجام دہی کے لئے بحمد اللہ صوبائی جمعیت اپنی بساط بھر سرگرم عمل ہے۔دعوت وتبلیغ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی بنیادی اہداف میں شامل ہے۔اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے ذمہ داران جمعیت شہر کے معزز علماء کے تعاون سے مختلف حلقوں میں دعوتی دورہ کرتے ہیں، ایسا ہی ایک دعوتی دورہ بتاریخ ۲۳ر نومبر ۲۰۱۲ء بروز جمعہ مھسلہ رائے کوکن اور اسکے مضافاتی علاقوں میں ہوا۔اس دورہ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث کے نائب امیر مولانا سعید احمد بستوی، مولانا محمود الحسن فیضی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی)، مولانا ضمیر احمد مدنی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی)، مولانا اشفاق احمد سنابلی (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی حفظہم اللہ تھے۔

مولانا سعید احمد بستوی نے جامع مسجد اہل حدیث مھسلہ، مولانا ضمیر احمد مدنی نے جامع مسجد اہل حدیث پابرہ اور مولانا محمود الحسن فیضی نے مسجد اہل حدیث نیگڑی میں جمعہ کے خطبات دیئے، بعد نماز مغرب مولانا سعید احمد بستوی نے جامع مسجد پابرہ میں درس دیئے، مولانا محمود الحسن فیضی نے جامع مسجد مھسلہ میں حاضرین سے خطاب کیا، مولانا ضمیر احمد مدنی نے مسجد ابو بکرؓ مھسلہ میں درس دیئے، مولانا اشفاق احمد سنابلی نے مسجد عمر فاروق مھسلہ میں درس دیئے۔ بعد نماز عشاء دو اہم مقامات پر ان علماء کے خطابات منعقد ہوئے۔چنانچہ پہلا پروگرام مسجد حمزہؓ مھسلہ کے سامنے عیدگاہ گراؤنڈ میں ہوا جس میں مولانا سعید احمد بستوی، مولانا ضمیر مدنی حفظہم اللہ نے خطاب فرمایا۔دوسرا پروگرام جامع مسجد اہل حدیث مجگاؤں میں ہوا جس میں مولانا محمود الحسن فیضی اور مولانا اشفاق سنابلی کے خطاب ہوئے۔

ان تمام پروگراموں میں حضرات وخواتین کی کثیر تعداد نے استفادہ کیا بعد نماز اور طعام سے فراغت کے بعد یہ وفد اپنے منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔

اسی طرح ۹ر نومبر ۲۰۱۲ء بروز جمعہ صبح سات بجے ایک دعوتی وفد مھسلہ کے لئے روانہ ہوا جس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر محترم مولانا عبد السلام سلفی حفظہ اللہ اور مولانا اشفاق احمد سنابلی حفظہ اللہ تھے۔مولانا عبد السلام سلفی حفظہ اللہ نے جامع مسجد مھسلہ میں خطبہ جمعہ دیئے اور مولانا اشفاق احمد سنابلی نے جامع مسجد اہل حدیث پانگلولی میں خطبہ جمعہ دیا۔ بعد نماز مغرب یہ قافلہ اپنے شہر کی طرف روانہ ہوا۔

بائیکلہ:

صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی کا ایک روزہ دعوتی وتربیتی اجلاس عام بتاریخ ۱۸ر نومبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار بعد نماز عصر تا دس بجے شب بمقام جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ زیر صدارت مولانا عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ منعقد ہوا، تلاوت کلام پاک سے اجلاس کا آغاز ہوا۔ اجتماع کے پہلے خطیب جماعت کے بزرگ عالم دین قاری نجم الحسن فیضی حفظہ اللہ تھے آپ نے نوجوانوں کو اعمال صالحہ پر ابھارا اور فرمایا کہ نوجوان قوم کے معمار ہیں انہیں اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

بعدازاں بنگلور سے تشریف لائے ہوئے معزز مہمانان خطیب مولانا عبدالحسیب مدنی رحفظہ اللہ تھے آپ نے عظمت ماہ محرم الحرام کے عنوان پر ایک علمی تقریر فرمائی، بعدہ مولانا عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ تشریف لائے آپ نے ''کیا یزید کو ملعون کہنا جائز ہے'' اس عنوان پر خطاب کیا۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ ہمیں موقع کی مناسبت سے ہر بات میں عدل وانصاف سے ملحوظ رکھنا چاہئے، مسلمانوں میں بہت سارے لوگ گزرے ہیں جو یزید کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تاریخی روایات پر شیعیت کا غلبہ ہے اس لئے بغیر تحقیق کے کوئی بات نہیں کہنا چاہئے اس حوالے سے آپ نے ابن تیمیہؒ کے قول کو بھی بیان کیا کہ کچھ لوگ گزرے ہیں جو یزید کو ولی صفت انسان تصور کرتے ہیں یہ افراط کرنے والے ناصبی ہیں کچھ ایسے ہیں جو کافر وغیرہ کہتے ہیں یہ کفر ہے، جب کہ حق ان دونوں کے درمیان ہے، یزید مسلمان حاکموں میں سے ایک حاکم تھے وہ مسلمان تھے ان سے کچھ غلطیاں بھی ہوئی ہیں یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ بعد نماز مغرب اجلاس کا دوسرا اسیشن شروع ہوا جس میں سعودی عرب سے تشریف لائے مہمان عبدالرحمٰن عبدالمحسن الحصین (الغاط) حفظہ اللہ نے مختصر مگر جامع اور قیمتی نصیحتوں سے سامعین کو مستفید فرمایا۔ بعدازاں اجلاس کے خصوصی مہمان مولانا مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ مائک پر تشریف لائے، آپ نے ''گھر کی اصلاح اور اس کے اصلاح کے طریقے'' کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ گھر بہت بڑی نعمت ہے آپ نے فرمایا کہ گھر کی اصلاح کے لئے بنیادی چیز یہ ہے کہ گھر کا نیک ماحول بنایا جائے پڑوسی وغیرہ اچھے ہوں گھروں میں ذکر واذکار کا اہتمام ہو، اس طرح گھروں کی اصلاح کے تعلق سے بڑی حکیمانہ باتیں سامعین کے گوش گزار کیں۔ مولانا محترم نے اپنے خطاب کے بعد سامعین کی طرف سے آئے ہوئے مختلف سوالات کے جوابات بھی مرحمت فرمائے۔ آپ کے نصیحت آمیز خطاب کے ساتھ ناظم اجلاس نے مجلس کے اختتام کا اعلان کیا۔ اس کامیاب اجلاس کی نظامت جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ کے امام وخطیب حافظ دلشاد احمد محمدی نے کی۔

کاندیولی:

ضلعی جمعیت اہل حدیث اتر ممبئی کی زیرنگرانی ماہانہ دعوتی پروگرام بتاریخ ۱۶ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار بعد نماز عصر تا عشاء زیر صدارت شیخ ضمیر احمد مدنی رحفظہ اللہ بمقام مدرسہ محمدیہ سلفیہ مسجد اہل حدیث آکاش وانی، اعظمی نگر مالونی ملاڈ ویسٹ منعقد ہوا جس میں شیخ

عبدالعزیز رحمانی امام وخطیب مسجد اہلحدیث بیگن واڑی گوونڈی نے ''میدان محشر کے سوالات'' اور مولانا حافظ محمد افضل سلفی امام جامع مسجد اہلحدیث اصلاح العلوم گاندھی نگر کاندیولی نے ((انسانی زندگی پر اعمال کے اثرات)) اور مولانا عبدالجبار سلفی استاد جامعہ رحمانیہ کاندیولی نے ''طہارت اسلام کی نظر میں'' اور مولانا عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی استاذ جامعہ رحمانیہ وناظم ضلعی جمعیت اترممبئی نے ''خواتین اسلام کی ذمہ داریاں'' کے عنوان پر گرانقدر وجامع تقریریں کیں، سامعین کی ایک قابل قدر تعداد نے الحمدللہ پروگرام سے بھرپور استفادہ کیا۔

ملاڈ ایسٹ:

ضلعی جمعیۃ اہل حدیث ساؤتھ ایسٹ کی زیر نگرانی ماہانہ دعوتی پروگرام بتاریخ ۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار بعد نماز عصر تا عشاء زیر صدارت مولانا عبدالسلام سلفی رحفظہ اللہ امیر صوبائی جمعیت ممبئی بمقام مدرسہ تعلیم الاسلام ومسجد اہل حدیث پٹھان واڑی ملاڈ (ایسٹ) منعقد ہوا جس میں شیخ ضمیر احمد مدنی نے ''حسد اور تکبر'' اور مولانا عبدالستار سراجی نے ''بدعت اور اس کے مضر اثرات'' اور مولانا عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی نے ''سود کی لعنت اور تباہ کاریاں'' اور مولانا الطاف حسین فیضی نے ''میراث کی اہمیت'' پر جامع اور پر مغز خطابات کئے۔ امیر محترم کا صدارتی خطاب مغرب کی نماز سے پہلے بڑا پر مغز اور دلنشین تھا، مردوں کے ساتھ عورتوں کی ایک بڑی تعداد شریک اجلاس تھی۔ نظامت کے فرائض امام مسجد مولانا مستفیض الحسن سنابلی نے بحسن وخوبی انجام دیئے۔

ضلعی جمعیت اہلحدیث نارتھ ویسٹ ممبئی:

۴ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز منگل بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث اینٹ بھٹی اٹالین کمپنی کے پاس بعد نماز مغرب مولانا سعید احمد بستوی کا درس حدیث ہوا۔

۸ر دسمبر ۲۰۱۲ء بروز سنیچر بعد نماز عشاء جامع مسجد اہلحدیث مرول گاؤں اندھیری میں مولانا سعید احمد بستوی نے لوگوں سے عظمت صحابہؓ کے تعلق سے خطاب فرمایا۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت فرمائی۔

۹ر دسمبر ۲۰۱۲ء بعد نماز عصر تا دس بجے شب ماہانہ اجتماع مسجد ومدرسہ محمدیہ اہل حدیث چمٹ پاڑہ اندھیری میں ایک روزہ اجتماع عام مولانا سعید احمد بستوی کی صدارت میں منعقد کیا گیا۔ نظامت کے فرائض محمد عمار رحمانی خطیب وامام مسجد اہل حدیث نے انجام دی۔ بعد نماز عصر مدرسہ محمدیہ کے طلباء کا تعلیمی مظاہرہ ہوا طلباء وطالبات نے قرأت، حمد ونعت اور ۴۰ر احادیث رسول اور ماثور دعاؤں نیز تقاریر وغیرہ پیش کئے یہ پروگرام مغرب تک چلتا رہا بعد نماز مغرب دو طالبات نے سوال وجواب پیش کئے۔ حاضرین نے اس پروگرام کو کافی سراہا اور پسند کیا۔

جناب شیخ انصار زبیر محمدی نے نوجوانوں کے کردار وعمل کے تعلق سے خطاب فرمایا، آپ کا خطاب انتہائی وقیع تھا۔ دوسرے خطیب

جناب شیخ شمیم فوزی آئی آر ایف نے خواتین اسلام اور ان کی ذمہ داریوں کے تعلق سے انتہائی دلچسپ واقعات بیان فرمائے اور تسلسل کے ساتھ یہ خطاب ایک گھنٹہ تک چلتا رہا۔

شیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نے منکرین حدیث کے تعلق سے انتہائی مدلل وبصیرت افروز خطاب کیا تقریباً سوا گھنٹہ تک آپ کا خطاب رہا سامعین نے کافی استفادہ کیا۔

بعد ازاں صدر اجلاس سعید احمد بستوی نے منہج سلف اور ان کی خصوصیات کے تعلق سے ۲۰ منٹ خطاب کیا۔ دس بجے شب مقررہ وقت سے اجتماع اختتام پذیر ہوا، مسجد کی انتظامیہ خصوصاً جناب عبدالرحمٰن صاحب نے آئے ہوئے مہمانوں کی ضیافت فرمائی۔ پروگرام انتہائی کامیاب رہا۔ مرد وخواتین کثیر تعداد میں شریک اجلاس رہے۔

میرا روڈ:

مسجد اہل حدیث الفاروق میرا روڈ کا ماہانہ دعوتی واصلاحی اجتماع بتاریخ ۱۱ر نومبر ۲۰۱۲ء بعد نماز مغرب تا عشاء منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز امام مسجد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا اجتماع کے پہلے خطیب مولانا اشفاق احمد سنابلی تھے، آپ منہج صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے عنوان سے سامعین کو خطاب کیا۔

بعد ازاں مولانا عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ تشریف لائے آپ نے سنت رسول اللہ ﷺ کی اہمیت اور اس کے انکار کے نقصانات کے موضوع پر مدلل خطاب فرمایا، آپ کے دعاؤں کے ساتھ اجلاس کا اختتام ہوا۔ کثیر تعداد میں خواتین وحضرات نے پروگرام سے استفادہ کیا۔

جیلانی واڑی تھانہ:

مسجد اہل حدیث جیلانی واڑی کا ماہانہ دعوتی واصلاحی اجتماع بتاریخ ۲۵ر نومبر بروز اتوار بعد نماز مغرب تا عشاء مسجد اہل حدیث جیلانی واڑی تھانہ منعقد ہوا اجتماع کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا اجتماع کے پہلے مقرر مولانا علاء الدین فیضی (کرلا) تھے آپ نے کلمۂ رسالت اور اس کے تقاضے کے عنوان پر خطاب کیا دوسرے مقرر مولانا اشفاق احمد سنابلی تھے آپ نے عظمت صحابہ کے عنوان پر مدلل خطاب فرمایا، آپ کی دعاؤں کے ساتھ اجلاس کا اختتام ہوا۔

بھیونڈی جمعیت اہل حدیث کے زیر اہتمام دینی خطاب:

۱۶ر نومبر ۲۰۱۲ء بروز جمعہ بعد نماز عصر تا عشاء بمقام جامع مسجد سوداگر محلہ جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی کی جانب سے ایک دینی ودعوتی اجتماع منعقد ہوا جس میں فضیلۃ الشیخ عبدالحسیب مدنی حفظہ اللہ نے ''ہجرت نبویؐ اور موجودہ مسلمان'' کے موضوع پر ایک جامع وپُر مغز خطاب فرمایا۔ دوران تقریر آپ نے کہا کہ ''ہجرت اسلامی تاریخ وسیرت کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے جس میں لاتعداد

اسباق و دروس موجود ہیں۔ فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نے ”نوجوانوں کی بے راہ روی اور ہماری ذمہ داری“ کے موضوع پر بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ ”نوجوان کسی بھی قوم کا عظیم سرمایہ ہیں، ان کا بگاڑ پوری قوم پر اثر انداز ہوتا ہے۔“

آخری مقرر کے طور پر فضیلۃ الشیخ خالد جمیل مکی حفظہ اللہ نے ”کیا دین داری جتانے کی چیز ہے؟“ کے موضوع پر بڑی عمدہ نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ سامعین کثیر تعداد میں پوری دلجمعی کے ساتھ آخر تک علماء کے خطاب سماعت فرماتے رہے۔ نظامت کی ذمہ داری مولانا عبدالرشید سلفی نے بخوبی نبھائی۔

دوسرے دن یعنی ۱۷ رنومبر کو بمقام اسماء مسجد غوری پاڑہ چونی والا باغیچہ بعد نماز عصر تا مغرب ایک خصوصی خطاب رکھا گیا جس میں فضیلۃ الشیخ عبدالحسیب مدنی نے ”انسان کی زندگی پر اعمال صالحہ کے دینوی اثرات“ کے موضوع پر ایک علمی و بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ تمام سامعین بشمول خواتین نے بڑی ہی یکسوئی کے ساتھ شیخ کی نصیحتوں کو سماعت فرمایا۔ بعد نماز عشاء جامع مسجد تکولی میں شیخ عبدالحسیب مدنی حفظہ اللہ کا دوسرا خطاب تھا۔ اس میں ”خیر و شر کے ذریعہ بندے کی آزمائش“ کے موضوع پر آپ نے کتاب و سنت کی روشنی میں بڑی نادر اور وقیع انداز میں نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ سامعین نے ہمہ تن گوش ہو کر آپ کا خطاب سماعت فرمایا۔

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کی زیر سرپرستی ضلعی جمعیت اہلحدیث رتناگری کا تیسرا ماہانہ پروگرام:

ضلعی جمعیت اہلحدیث رتناگری کا تیسرا دعوتی، تربیتی واصلاحی پروگرام مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کی زیر سرپرستی مورخہ ۱۱ رنومبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار بمقام بیت السلام کمپلیکس، کھیڈ میں رکھا گیا، اس پروگرام میں خطاب فرمانے کے لئے ناظم مرکز ابومحمد مقصود علاء الدین سین صاحب نے فضیلۃ الشیخ ارشد سکراوی حفظہ اللہ (ممبئی) کو کھیڈ آنے کی دعوت دی، فضیلۃ الشیخ نے آپ کی دعوت قبول کرتے ہوئے مقررہ وقت سے تقریباً دو گھنٹہ پہلے تشریف لائے، مرکز کی سرگومیوں کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے جملہ اسٹاف سے ملاقات کی۔ بعد نماز عصر پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعدہ فضیلۃ الشیخ ارشد سکراوی حفظہ اللہ نے عظمت صحابہؓ کے موضوع پر مدلل خطاب فرمایا۔ بعد خطاب سوال جواب کا سلسلہ شروع ہوا جس میں آپ نے لوگوں کے سوالات کے کتاب و سنت کی روشنی میں بڑے اچھے انداز میں تسلی بخش جوابات دیئے۔

مورخہ ۲۵ رنومبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار بوقت شام مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کے زیر سرپرستی بیت السلام کمپلیکس کھیڈ میں عورتوں کے خصوصی پروگرام میں مولانا عبداللہ سنابلی نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں خواتین اسلام کی ذمہ داریوں کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

اس کے علاوہ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کے مبلغین کھیڈ شہر کے مضافاتی گاؤں میں اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق مختلف عنوانات پر خطاب فرمائے۔

حلقۂ ادب

ہم اصحاب الحدیث

فضا ابن فیضی

معیار معتبر ہیں میزانِ بیش و کم ہیں لاریب آج بھی ہم اک جنس مغتنم ہیں
زمزمہ زنِ حرا کے نغموں کا زیر و بم ہیں بت خانۂ عجم ہیں آوازۂ حرم ہیں
اہل حدیث ہم ہیں ، اہل حدیث ہم ہیں

ملت کے کارواں کے ہیں میر کارواں ہم قرآن کے محافظ سنت کے پاسباں ہم
مجموعۂ یقین و ایماں کے ترجماں ہم اقرأ کی روشنائی اسلاف کا قلم ہیں
اہل حدیث ہم ہیں ، اہل حدیث ہم ہیں

ہم سنگ میل محکم سرجادۂ ھدیٰ کے منزل نشیں صفا کے محمل شکن منیٰ کے
ہم حاصل حقیقی پیغام مصطفیٰ کے آثار کا نشاں ہیں قرآن کا علَم ہیں
اہل حدیث ہم ہیں ، اہل حدیث ہم ہیں

یہ ترمذی و مسلم مشکوٰۃ اور بخاری فرمودۂ رسالت توحید وحی باری
جبریل کے نفس کی یہ حاشیہ نگاری قرطاس قدسیاں ہیں، ہم لوح ہیں قلم ہیں
اہل حدیث ہم ہیں ، اہل حدیث ہم ہیں

وہ نورِ دست بیضاء اور آستیں سلف کی دینی بصیرتوں کا مطلع جبیں سلف کی
ہے آسماں پہ قائم اب بھی زمیں سلف کی ہم سرزمیں پہ اپنی اسلاف کا بھرم ہیں
اہل حدیث ہم ہیں ، اہل حدیث ہم ہیں

گنگ وجمن سے لے کر زمزم کی آب، جو، تک پہنچا ہے کیف ہندی کس جام مشکبو تک
ہے جس سے پر حلاوت جبریل کا گلو تک شیرہ ہے جو عرب کا وہ خوشۂ عجم ہیں
اہل حدیث ہم ہیں ، اہل حدیث ہم ہیں

تاریک وادیوں میں ہم نور کے منارے ! باطل کے دشت ودریا ہم نے کھنگال ڈالے
شعلوں کے درمیاں بھی ہم پھول بن کر ابھرے بوبکرؓ اور عمرؓ کے ہمدوش و ہمقدم ہیں
اہل حدیث ہم ہیں ، اہل حدیث ہم ہیں

حسن یقیں کی دولت ایماں کی روشنی دے فکر ونظر ملا کر ادراک وآگہی دے
کچھ اور ہم کو یارب عرفانِ زندگی دے پیشانیاں ہماری تیرے حضور خم ہیں
اہل حدیث ہم ہیں ، اہل حدیث ہم ہیں

Special Issue **"AL-JAMAAH"** Mumbai

December 12 - January 13

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published By

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna wala Compound, Opp. Best Bus Depot. L.B.S. Marg Kurla (W) Mumbai-70

Phone : 02226520077 / Fax: 02226520066

Email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com